عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۹ | یکم تا ۹؍ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱؍جولائی ۲۰۲۰ء | شمارہ: ۲۸

قربانی
فدائیت کا بہترین نمونہ

حج اور اتحادِ امت

عید الاضحیٰ اور قربانی کی فضیلت

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

جسم سے خون نکلنے کا وضو پر اثر

س:......انجکشن لگانے سے وضوٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ اور اگر بلڈ ٹیسٹ کے لئے خون نکلوایا یا کسی دوسرے کو خون دیا ضرورت کے تحت تو کیا حکم ہے؟

ج:...... خون ٹیسٹ کے لئے جسم سے جو خون نکالا جائے یا کسی ضرورت مند کو خون دیا جائے، ان دونوں صورتوں میں تو وضو ٹوٹ جائے گا، کیونکہ یہ خون اتنی مقدار میں ہوتا ہے کہ جسم سے نکل کر بہہ جائے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: اگر زخم سے اتنا خون نکلے کہ وہ اپنے مقام سے نکلنے کے بعد بہہ جائے تو یہ ناقض وضو ہے اور اگر اس قدر معمولی سا خون ہو کہ نہ بہہ سکے تو وضو نہیں ٹوٹے گا، اسی طرح جب کسی زخم سے تھوڑا سا خون نکلے پھر اسے پونچھ ڈالے پھر دوبارہ خون نکلے پھر پونچھ ڈالے تو دیکھا جائے گا کہ اگر مجموعی طور پر خون کی مقدار اتنی ہو کہ نکلا ہو سب خون ملا کر بہہ سکتا ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی کیڑا کاٹ لے اور کم مقدار میں خون چوس لے تو وضو نہیں ٹوٹے گا، جیسے مچھر اور اگر زیادہ خون چوس لے تو وضو ٹوٹ جائے گا، جیسے جونک، جب کہ آدمی کے خون سے بھر جائے۔ لہٰذا انجکشن لگانے سے اگر بہت ہی معمولی مقدار میں خون نکلے جو بہہ نہ سکے تو وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر اس سے زیادہ نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

”اذا خرج من الجرح دم قليل فمسحه ثم خرج ايضاً ومسحه فان الدم بحال لو ترک ماقد مسخ منه فسال انتقض وضوءه وان كان لايسيل لاينقض وضوءه۔“

(عالمگیری،ص:۱۱،ج:۱)

”القراد اذا مص عضو انسان فامتلا دما ان كان صغيرا لا ينقض وضوءه كما لو مصت الذباب والبعوض وان كان كبيرا ينقض وكذا العلقة اذا مص عضو انسان حتى امتلات من الدم انتقض الوضوء۔“ (عالمگیری،ص:۱۱،ج:۱)

نیل پالش کا شرعی حکم

س:......نیل پالش استعمال کرنے کی صورت میں وضو اور غسل کا کیا حکم ہے؟

ج:......نیل پالش پانی کو جسم تک پہنچنے سے روکتی ہے اور بال برابر بھی جسم کا کوئی عضو خشک رہ جائے تو وضو اور غسل درست نہیں ہوگا، جب طہارت مکمل نہیں ہوگی تو نماز بھی ادا نہیں ہوگی اور پاکی ناپاکی کا مسئلہ بھی رہے گا۔ اس لئے نیل پالش یا اس جیسی دوسری اشیاء کو جسم سے دور کیے بغیر وضو اور غسل درست نہیں، لہٰذا اس سے بچنے کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔

گناہوں سے چھٹکارے کا طریقہ

س:......مجھ سے بہت گناہ سرزد ہوئے، کچھ گناہ کبیرہ بھی تھے، ان سب سے میں نے توبہ کرلی لیکن اب بھی کوئی نہ کوئی گناہ سرزد ہوجاتا ہے، میں نے ہر بار اللہ تبارک وتعالیٰ سے معافی مانگی مگر پھر بھی گناہ سرزد ہوجاتا ہے اور بعد میں روتا اور افسوس کرتا ہوں کہ میں نے کیا کردیا، پلیز آپ بتائیے کہ ان گناہوں سے دور ہونے کا طریقہ کیا ہے؟ میں بہت زیادہ پریشان ہوں۔

ج:......آپ تمام گناہوں سے پکی توبہ کریں اور کسی اللہ والے کی صحبت میں جایا کریں، ان شاءاللہ! آپ سے گناہ چھوٹ جائیں گے۔

واللہ اعلم بالصواب

ہفت روزہ ختمِ نبوت

مجلس

مجلس ادارت

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد،
علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،
مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۳۹ | یکم تا ۹/ ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱/ جولائی ۲۰۲۰ء | شمارہ: ۲۸

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفی

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن مینجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

حافظ صغیر احمدؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالروٴفؒ کی رحلت	۴	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
حج اور اتحادِ امت	۶	مولانا محمد اسرار الحق قاسمی
قربانی..... فدائیت کا بہترین نمونہ	۹	مولانا مصلح الدین قاسمی
عیدالاضحیٰ اور قربانی کی فضیلت	۱۱	میاں نصیر احمد
درِ دل پہ دستک	۱۴	بنت اقلیم قدوائی
حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزارویؒ...	۱۵	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مفکرِ اسلام حضرت علامہ خالد محمودؒ	۱۶	″ ″ ″ ″
تحریک ختم نبوت پر ایک تاریخی دستاویز	۱۸	جناب محمد متین خالد صاحب
ختم نبوت کورس: میر پور خاص اور ٹنڈوالٰہیار	۲۱	مولانا توصیف احمد
عدالتی تحقیقاتی کمیشن کے سوالات کے جوابات (۹)	۲۴	تقریر: مولانا محمد علی جالندھریؒ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر یورپ، افریقہ: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطی، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰/ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) **IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019**
AALMIMAJLISTAHAFFUZKHATM-E-NUBUWWAT **0010010964710018**
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) **IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018**
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سیّد شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

حافظ صغیر احمدؒ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤفؒ کی رحلت

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

۸؍جون ۲۰۲۰ء صبح حضرت مولانا حافظ صغیر احمد لاہور انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی پیدائش یکم اپریل ۱۹۳۶ء دہلی میں ہوئی، بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا۔ تقسیم کے بعد لاہور قیام پذیر ہوئے۔ اسکول کی دس جماعتیں، ادیب عالم، پنجابی میں فاضل کا امتحان دیا، پھر مدینہ اسٹیشنری انارکلی لاہور میں اپنے والد کا ہاتھ بٹانے لگے۔ ۱۹۹۷ء میں حج پر تشریف لے گئے تو حضرت شیخ الحدیثؒ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حجاز مقدس، سہارنپور اور حضرت شیخ الحدیثؒ کی پاکستان آمد پر جہاں موقع ملتا، حاضر باش رہتے۔ اس دوران حضرت شیخ الحدیثؒ نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا، چوبرجی میں آپ نے خانقاہ قائم کی۔ وہاں پر مسجد الاحسان اور مدرسہ دارالاحسان قائم کیا۔ حق تعالیٰ نے فرمانبردار اولاد عطا فرمائی جو سب حافظ، عالم اور دین سے جڑے ہوئے ہیں، اب آپ کی تیسری نسل چل رہی ہے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو قبولیت عامہ سے نوازا تھا۔ آپ کے قائم کردہ ادارہ کو آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد انیس جنہوں نے مظاہر العلوم سہارنپور سے فراغت حاصل کی ہے، چلا رہے ہیں۔ موقوف علیہ تک معیاری تعلیم ہورہی ہے۔ خانقاہی معمولات عمر بھر جاری رکھے۔ جمعہ کی حاضری، درود شریف کی مجلس غرض ہر طرف رونق ہی رونق ہے۔

حضرت مولانا صغیر احمد صاحب حضرت شیخ الحدیثؒ کی طرف نسبتِ عشقِ رسول کے انتقال کے صدقہ میں، عقیدۂ ختم نبوت کے داعی و مبلغ تھے، اپنی خانقاہ، مدرسہ و جامع مسجد میں کئی کئی روز ختم نبوت پر بیانات کراتے۔ لاہور میں ہونے والی ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت سے سرفراز فرماتے۔ ابھی ۲۰۱۹ء میں جو کانفرنس وحدت روڈ پر منعقد ہوئی۔ علالت و شدید کمزوری کے باوجود وہیل چیئر پر تشریف لائے۔ رات گئے تک اسٹیج پر رہ کر سرپرستی فرمائی۔ چناب نگر ختم نبوت کانفرنس پر خود یا اپنے بڑے صاحبزادہ کو ضرور بھیجتے۔ مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ کے تشریف لانے میں آپ کی مساعی کا بھی دخل تھا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کے ناتے حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی سے بھی تعلق خاطر تھا، بلکہ جملہ متعلقین حضرت شیخ الحدیثؒ کے لاہور میں میزبان آپ تھے۔ حضرت مکی صاحب نے انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کی ذمہ داری بھی آپ کے ذمہ لگائی۔ آپ ایک سمندر تھے مختلف سمتوں سے دریا آکر آپ میں گرتے تھے اور آپ ان سب کو اپنے اندر سمو لیتے تھے۔ آپ کا وجود مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے سایہ شفقت سے کم نہ تھا۔

ذاتی طور پر فقیر راقم کے تو وہ غائبانہ دعا گو مربی تھے۔ ملاقات میں دیر ہوجاتی تو خود فون کر کے حاضری کا حکم دیتے۔ ان کے ابر کرم کی سخاوت کی یاد آتی ہے تو ایک ہوک سی اٹھتی ہے۔ وہ کیا گئے کہ جیسے سائبان شفقت لپیٹ دیا گیا ہو، آپ نے ملعون قادیان کی تردید میں ایک رسالہ تصنیف کیا ’’مرزا

قادیانی کی کہانی اس کی اپنی زبانی، مرزا کے عقائد وکردار“ اسے بار ہا وافر تعداد میں شائع کرکے اندرون وبیرون ملک تقسیم کرادیا۔حق تعالیٰ کا کرم تھا کہ ختم نبوت کے محاذ کو حضرت رائے پوریؒ کی سرپرستی کا شرف تکوینی طور پر حاصل تھا۔حضرت حافظ صاحبؒ کی سرپرستی بھی اس تسلسل کا حصہ تھی۔رب کریم ان کو جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔آمین۔

ابھی اس سانحے کا غم تازہ تھا کہ ۱۴؍جون ۲۰۲۰ء حضرت مولانا عبدالرؤف بھی اسلام آباد میں انتقال فرماگئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔مولانا عبدالرؤف صاحب کے والدگرامی کا نام محبّ الحق تھا جو بہٹکال پشاور کے رہنے والے تھے، بعد میں بٹہ الائی بٹگرام آپ کا خاندان منتقل ہوا۔یہاں پر ۱۹۳۵ء میں آپ پیدا ہوئے، اپنے گھر اور پھر علاقہ میں تعلیم کا آغاز کیا، آپ کے ماموں سیّد سلیمان شاہ آپ کو اپنے ہمراہ لاہور لائے، نیلا گنبد انارکلی کی مسجد میں اوقاف کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔کافیہ، مرقات تک یہاں کتابیں پڑھیں، پھر دارالعلوم اکوڑہ خٹک میں شرح جامی، اصول الشاشی تک کتب پڑھیں۔اس کے بعد جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لیا۔۱۹۵۶ء میں یہاں سے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا رسول خانؒ، مولانا ضیاء الحق، مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ، مولانا غلام احمدؒ، مولانا عبیداللہ اشرفیؒ آپ کے اساتذۂ حدیث میں شامل ہیں۔مولانا عبدالرحمٰن اشرفیؒ، قاری حسن شاہؒ، قاری فضل ربیؒ، مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ آپ کے ہم درس تھے۔دورۂ حدیث شریف کے بعد حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے دورۂ تفسیر پڑھا، اپنے مادرعلمی جامعہ اشرفیہ میں معین مدرس کے طور پر تدریس کا آغاز کیا۔جامعہ فتحیہ اچھرہ، اشاعت القرآن ڈگری، دارالعلوم ٹنڈوالہیار خان، جامعہ فرقانیہ کولہ ٹی بازار راولپنڈی میں پڑھاتے رہے۔جامعہ علوم شرعیہ اسلام آباد، جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ پنڈی، ایسے مدارس میں اس وقت چار جگہ بخاری شریف پڑھارہے تھے۔آپ کی تدریس کا زمانہ چھ دہائیوں پر مشتمل ہے۔کریما سے بخاری شریف تک تمام کتب بار بار پڑھائیں۔وفات کے وقت اسلام آباد اور راولپنڈی اس حلقہ میں شیخ الحدیث آپ کے نام کا حصہ بن گیا تھا، یہی نام آپ کی پہچان تھا جو واقعہ کے اعتبار سے بھی سو فیصد صحیح تھا۔

اسلام آباد جمعیت علماء اسلام کے بارہا امیر منتخب ہوئے۔جمعیت کی مرکزی شوریٰ کے بھی آپ رکن تھے۔متحدہ مسجد عمل اسلام آباد کے بھی صدر رہے۔۲۰۰۴ء سے تادم واپسیں عالمی مجلس کی مرکزی شوریٰ کے رکن اور اسلام آباد عالمی مجلس کے امیر تھے۔وفات کے وقت جمعیت علماء اسلام کے سرپرست اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر تھے۔حق تعالیٰ نے مذہبی اور سیاسی اعتبار سے آپ کو وقیع منصب نصیب فرمایا تھا۔مولانا عبدالرؤف انتہائی منکسر المزاج، فرشتہ خصلت انسان تھے، حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا مرکز بنایا تھا۔جامعہ مسجد حنفیہ اسلام آباد کے بانی اور خطیب تھے، یہیں سے آپ کا جنازہ اٹھا۔مولانا عبدالرؤف خیر کے تمام کاموں میں پیش پیش ہوتے تھے، صائب الرائے تھے، کم گو تھے۔اس دھرتی پر ان کے وجود کو عالم ربانی کا درجہ حاصل تھا۔ایک بار گلگت سے اطلاع ملی کہ وہاں پر قادیانیوں نے پاؤں جمانا شروع کئے ہیں۔مرکزی شوریٰ نے حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب کی قیادت میں دورکنی وفد بھیجنے کا فیصلہ کیا۔فقیر راقم آپ کے ہمراہ تھا، تب قریباً ۵ روز وہاں تبلیغ اسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔کمشنر گلگت سے ملنا ہوا، مقامی علماء کرام ہمراہ تھے۔مولانا عبدالرؤف صاحب کے تحرک سے وہاں سے قادیانیت دم دبا کر ایسی بھاگی کہ واپس دوبارہ دیکھنے کی جرأت نہیں کرپائی۔

بٹ گرام سے آزاد قبائل اور اسلام آباد راولپنڈی کے بلاشبہ ہزاروں علماء آپ کا صدقہ جاریہ ہیں۔آپ نے خدمت دین کی ایسی مخلصانہ جدوجہد کی مثال پیش فرمائی جس کا تسلسل قائم رکھنا دل گردے کا کام ہے۔آپ کا خلا مدتوں پُر نہ ہوسکے گا۔آپ ایثار واخلاص، استقلال واستقامت کی ایسی مثال قائم کرگئے ہیں جو آپ ہی کے شایان شان تھی۔ان کا وجود تاریخ کا ایک سنہری باب تھا، جو ان کی وفات پر ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین

حج اور اتحادِ امت

مولانا محمد اسرار الحق قاسمی

اسلام میں اجتماعیت پر بڑا زور دیا گیا ہے،اس سلسلے میں قرآن کریم کی واضح آیات بھی موجود ہیں اور روشن احادیث بھی،اسی طرح مسلمانوں کے درمیان اجتماعیت قائم کرنے کے لئے عملی نظام بھی موجود ہے۔قرآن میں باری تعالیٰ نے ارشادفرمایا:''اِنَّمَا المؤمِنونَ اِخوَۃ''(تمام مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں۔)

اللہ رب العزت اجتماعیت کی مدد فرماتے ہیں۔''یَدُ اللّٰہِ عَلَی الجماعَۃِ''۔اسلام میں بہت سی عبادتوں کوایک ساتھ ادا کرنے کا حکم کیا گیا ہے،تاکہ مسلمانوں کے درمیان اجتماعیت واخوت قائم رہے۔اس پر سوال ہوتا ہے کہ اسلام میں اجتماعیت پر اس قدر زور کیوں دیا گیا ہے؟ کیوں مسلمانوں کو اپنی صفوں میں اتحاد قائم کرنے کی بار بار تاکید کی گئی ہے؟ دراصل اتحاد واجتماعیت کسی بھی قوم کی بقا کے لئے ضروری ہے۔قومیں باہم جس قدر متحد اور مجتمع ہوتی ہیں،اُسی قدر وہ بااثر اور ناقابلِ تسخیر خیال کی جاتی ہیں۔اس کے برعکس جو اقوام وملل باہم اختلافات کی شکار ہوجاتی ہیں، ان کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے،ان کے لئے اپنی شناخت وتشخص کو بچاپانا مشکل ہو جاتا ہے۔ کوئی قوم افراد کے اعتبار سے خواہ چھوٹی ہو؛لیکن اگر وہ متحد ہے تو اس کے مستقبل کے تابناک ہونے کے امکانات روشن رہتے ہیں۔مسلمانوں کی تاریخ میں اس کی روشن مثالیں موجود ہیں۔رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی تعداد بڑی قلیل تھی؛لیکن وہ باہم متحد تھے،تو اس چھوٹی سی تعداد نے بڑے بڑے معرکوں کو سر کیا۔ تاریخِ اسلام گواہ ہے کہ خلفائے راشدین کے دور میں اسلام دنیا کے دور دراز کے علاقوں وملکوں میں پہنچ گیا، مختلف ممالک ایک کے بعد ایک مسلمانوں کے زیرِ نگیں آتے چلے گئے اور دنیا کی بڑی بڑی قومیں مسلمانوں کے سامنے بکھر کر رہ گئیں؛لیکن جب مسلمانوں میں اخوت و بھائی چارگی نہ رہی، وہ باہم لڑنے لگے، اپنے اپنے مفادات کے لئے اپنے ہی بھائیوں پر حملہ آور ہونے لگے تو دنیا سے مسلمانوں کا دبدبہ ختم ہوگیا اور چھوٹی چھوٹی قومیں بھی انہیں لقمۂ تر سمجھنے لگیں۔

آج صورتِ حال یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس پچاس سے زیادہ ممالک وملکتیں ہیں۔دنیا میں ان کی تعداد سوا ارب سے بھی زائد ہے، مسلمانوں کے متعدد ممالک میں پٹرول، ڈیزل، تیل وگیس کے ذخائر موجود ہیں اور ان کے پاس پُرتعیش زندگی گزارنے کے لئے وافر مقدار میں وسائل وذرائع ہیں؛ مگر اس کے باوجود دنیا کے منظرنامے پر ان کا کوئی اثر ورسوخ نہیں ہے، نہ صرف دنیا کی بڑی قومیں؛ بلکہ چھوٹی قومیں بھی ان کا محاصرہ کرنے پر کمربستہ نظر آتی ہیں اور اُن پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کی کوششیں کرتی ہیں۔مسلمانوں کے مذہبی جذبات کوٹھیس پہنچانے کے لئے آئے دن اسلام پر بے ہودہ الزامات لگائے جاتے ہیں اور کبھی قرآن کو تو کبھی پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو نشانہ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے،تاکہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچے، وہ مشتعل ہوں اور پھر ان کو جانی ومالی نقصان سے دوچار کیا جائے مسلمانوں کی یہ دُرگت اس لئے ہوئی کہ وہ باہم متحد نہیں ہیں، چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹ گئے ہیں۔کہیں برادریوں کے نام پر ان کے درمیان فاصلے قائم ہیں،کہیں مسلک کے نام پر ان کے مابین دوریاں پائی جاتی ہیں اور کہیں علاقائیت کے نام پر باہم دست وگریباں ہیں۔ اس فرقہ بندی نے مسلمانوں کے شیرازے کو بری طرح متاثر کیا ہے۔

یہ زمانہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کا ہے۔ہر قوم دنیا پر اپنی بالادستی قائم کرنے کے لئے کوشاں ہے،اسی لئے آگے بڑھنے اور دوسری قوموں کو پیچھے چھوڑنے کے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے اختیار کئے جارہے ہیں، وہ قومیں جو صدیوں سے منتشر چلی آرہی تھیں، وہ اب ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوکر اپنی طاقت میں اضافہ کررہی ہیں؛مگر مسلمان ہنوز منتشر ہیں۔علامہ اقبال نے اس کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچا ہے:

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں
منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

صدیوں سے مسلمانوں کے درمیان جاری اختلافات کے خطرناک نتائج نے یہ ثابت کردیا ہے کہ جب تک مسلمان اپنی صفوں میں اتحاد و اجتماعیت قائم نہیں کریں گے، رُسوائی اور پسماندگی کی بیڑیاں ان کے پیروں میں پڑی رہیں گی؛ حالانکہ برسہا برس سے جاری مسلمانوں کے درمیان قائم اختلافات کا ختم ہونا بہ ظاہر آسان نظر نہیں آتا اور اس سلسلے میں کی جانے والی تدبیروں کے کارگر ہونے کے مضبوط امکانات بھی دکھائی نہیں دیتے، مگر حقیقت یہ ہے کہ اگر مسلمان اپنے آپ کو اسلام کا پابند بنالیں اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں، نیز اسلامی نظام کو اپنے درمیان اخلاص و جذبات کے ساتھ قائم کریں تو مضبوط اتحاد اور یگانگت ان کے مابین آسانی کے ساتھ قائم ہوجائے گی۔

اسلام میں عبادات پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے چار کا تعلق براہِ راست عبادت سے ہے۔ قرآن میں انسان کی پیدائش کا مقصد بھی عبادتِ الٰہی بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا گیا: ''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْن'' اگر مسلمان خلوصِ نیت کے ساتھ عبادت کریں اور عبادت کے تقاضوں و مطالبوں کو پورا کریں تو ان کے درمیان اجتماعیت قائم ہوجائے گی۔ مثال کے طور پر پانچ وقت کی نمازیں مسلمانوں پر فرض کی گئی ہیں؛ لیکن ان نمازوں کو اجتماعیت کے ساتھ ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ دن رات میں پانچ بار ایک ہی وقت میں مسجد میں جمع ہونا، پھر ایک ہی ساتھ کاندھے سے کاندھا ملانا، ایک ہی ساتھ رکوع وسجود کرنا، اٹھنا اور بیٹھنا آپسی بھائی چارے کے لئے بڑا مؤثر ہے۔ محلّہ کی سطح پر اتحاد کے قیام کے بعد اس کے دائرے کو مزید اس طرح پھیلایا گیا ہے کہ ہفتے میں ایک بار جمعہ کی نماز فرض کی گئی ہے اور اس

> **اتحاد واجتماعیت کسی بھی قوم کی بقا کے لئے ضروری ہے۔ قومیں باہم جس قدر متحد اور مجتمع ہوتی ہیں، اُسی قدر وہ بااثر اور ناقابلِ تسخیر خیال کی جاتی ہیں**

نماز کو شہر کی جامع مسجد میں ادا کرنا زیادہ بہتر قرار دیا گیا۔ شہر کی جامع مسجد کا انتخاب اس لئے کیا گیا ہے؛ تاکہ پورے شہر کے لوگ کم از کم ہفتے میں ایک بار جامع مسجد میں جمع ہوجایا کریں اور ایک ساتھ بارگاہِ الٰہی میں سربسجود ہوجایا کریں، یقیناً یہ عمل بھی مسلمانوں کے درمیان اتحاد کے قیام کے لئے بڑا مؤثر ہے۔ سال میں دومرتبہ عیدین کے مواقع پر دوگانہ نماز کی ادائیگی کے لئے عیدگاہ کا انتخاب اس لئے بھی بہترین ہے کہ وہاں نہ صرف ایک قصبے یا شہر کے لوگ جمع ہوں؛ بلکہ قرب وجوار کی بستیوں وگاؤں کے مسلمان بھی اکٹھے ہوں، ایک ساتھ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں، آپس میں کاندھے سے کاندھا ملائیں۔ اس موقع پر ایک دوسرے کو مبارکباد بھی پیش کریں اور ایک دوسرے کے احوال سے بھی واقف ہوں۔

عالمی سطح پر مسلمانوں کے درمیان اتحاد واجتماعیت قائم کرنے کے لئے باری تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے ایک بڑے اور بین الاقوامی اجتماع کا موقع حج کی شکل میں عنایت فرمایا۔ صاحبِ استطاعت افراد کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے اپنے ملکوں وخطوں سے سفر کریں، بیت اللہ میں جمع ہوں جو امن وسلامتی کا مرکز ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حج کے ایام میں ہر خطے اور ہر ملک کے مسلمان بیت اللہ شریف میں مجتمع ہوتے ہیں اور مخصوص دنوں میں طواف کرتے ہیں، ارکانِ حج ادا کرتے ہیں، منیٰ میں جاتے ہیں، کوہِ صفا اور مروا پر دوڑ لگاتے ہیں۔ اسی اثنا میں انھیں ایک دوسرے کے ساتھ گفت وشنید اور باہم متعارف ہونے کا موقع بھی ملتا ہے۔ ان کے لئے اس بات کا موقع ہوتا ہے کہ وہ اپنے علاقوں کے حالات و واقعات ایک دوسرے کو بتاسکیں، ایک دوسرے کے مشورے حاصل کرسکیں۔ ساتھ ہی اس عظیم اجتماع سے یہ پیغام بھی ملتا ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان اللہ تعالیٰ کے دربار میں برابر ہیں۔ وہاں نہ کوئی چھوٹا ہے، نہ بڑا، سب کو ایک ہی جیسے اعمال کرنے ہیں سب کو ''لَبَّیکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیک'' کی صدائیں بلند کرنی ہیں، سب کو احرام باندھنا ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا، نہ کوئی بندہ نواز

حج اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ مسلمان پورے اخلاص کے ساتھ اللہ کے آگے اپنے آپ کو جھکادیں اور پورے طور پر اللہ کی اطاعت کریں۔حج اس بات کا بھی تقاضا کرتا ہے کہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو کمتر یا حقیر نہ سمجھے۔کوئی یہ خیال نہ کرے کہ وہ بڑا ہے یا امیر ہے،عہدیدار ہے یا شہرت یافتہ ہے اور دوسرا چھوٹا ہے یا غریب ہے یا عام آدمی ہے۔جب انسان اپنے ذہن کو پاک صاف کرلے گا اور اپنی بڑائی کے خیال کو قلب سے نکال پھینکے گا تو مسلمان ایک دوسرے کے قریب آجائیں گے۔اتحاد و اجتماعیت کا جو ثبوت حجاجِ کرام حج کے موقع پر دیتے ہیں، وہی ثبوت اگر وہ اپنے اپنے علاقوں میں جا کر دیں تو مثبت اثرات ظاہر ہوں گے،اسی طرح جو باتیں وہ دورانِ حج سیکھتے ہیں، اگر اپنے اپنے خطوں و سوسائٹیوں میں جاکر دوسرے مسلمانوں کو بھی سکھائیں تو حج کی افادیت کا دائرہ پوری دنیا کے مسلمانوں پر پھیل جائے گا۔افسوس! مسلمان حج کے ماحول کو اپنے وطن واپس لوٹ کر قائم نہیں رکھ پاتے اور اس پیغام کو عام نہیں کر پاتے جو انہیں دورانِ حج حاصل ہوتا ہے۔حج کرنے والے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ حج کرنے کے بعد حاجی ایسا ہوجاتا ہے جیسے وہ اپنی ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہے، یعنی اس کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور وہ پاک صاف مسلمان بن جاتا ہے۔ظاہر ہے کہ خدا کا جو بندہ اس مقام پر فائز ہو جائے، اس کی یہ کوشش ہونی چاہئے کہ وہ عوام الناس کے درمیان ایک پکا سچا مسلمان ہونے کا ثبوت بھی دے؛ تاکہ دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی اس کی شخصیت مفید و مؤثر ثابت ہو، مسلمانوں کی اکثر سوسائٹیوں میں ان لوگوں کی اچھی خاصی تعداد پائی جاتی ہے جو حج کی سعادت حاصل کرچکے ہیں۔اگر تمام حجاج کرام لوگوں کے سامنے اسلام کی باتیں کریں گے اور جو تربیت انہوں نے حج کے دوران حاصل کی ہے، اُسے لوگوں میں تقسیم کریں گے تو سماج اور افراد کی اصلاح کا موثر سامان فراہم ہوجائے گا۔اسی طرح اگر وہ اپنے اپنے علاقے کے مسلمانوں کو اتحاد کی دعوت دیں گے اور اسے اپنا مشن بنائیں

> **اتحاد و اجتماعیت کا جو ثبوت حجاجِ کرام حج کے موقع پر دیتے ہیں، وہی ثبوت اگر وہ اپنے اپنے علاقوں میں جا کر دیں تو مثبت اثرات ظاہر ہوں گے**

گے تو اس کے مثبت اور بہتر نتائج سامنے آئیں گے۔کاش! حجاجِ کرام حج کے اس پیغام کو سمجھیں، اسے عام کرنے پر کمر بستہ ہوں اور اپنی کوششوں کو وقت کی ضرورت کے مطابق مسلمانوں کے درمیان اتحاد واجتماعیت قائم کرکے انہیں بحیثیت ایک امت وملت تقویت پہنچانے کا کام کریں۔

حج بیت اللہ کے موقع پر مسلمانوں کے درمیان عالمی اتحاد بھی ممکن ہے؛ اس لئے کہ ساری دنیا کے مسلمان وہاں جمع ہوتے ہیں، پھر ہر مسلمان بیت اللہ کا احترام بھی کرتا ہے۔وہاں اگر وسیع پیمانہ پر اتحاد و اجتماعیت کی بات کی جائے تو مؤثر ثابت ہوگی۔اس وقت عالمی اتحاد کی ضرورت بھی ہے، کیونکہ مسلم ممالک کے مابین جس طرح کا اتحاد ہونا چاہئے، وہ نظر نہیں آتا۔یہ الگ بات ہے کہ کچھ تنظیمیں اس طرح کی موجود ہیں جن سے بہ ظاہر یہ پتہ چلتا ہے کہ مسلم ملکوں میں اتحاد ہے،لیکن جب اس اتحاد کی عملی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو یہ ممالک اپنی اپنی رائے کے ساتھ الگ تھلگ نظر آتے ہیں۔اگر کسی مسلم ملک میں حالات خراب ہیں تو یہ اس کا تعاون بھی کرتے ہوئے دکھائی نہیں دیتے۔ایسے ہی کسی ملک میں مسلمانوں کو ستایا اور دبایا جاتا ہے اور ان کے ساتھ ظلم وناانصافی ہوتی ہے تب بھی وہ ہونٹوں سلے رہتے ہیں، حالاں کہ بحیثیت مسلم سارے مسلمانوں اور مسلم ملکوں کو دوسرے مقامات کے مسلمانوں کی بھی فکر ہونی چاہئے۔اتحاد اور باہمی روابط نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے مال دار ممالک ان مسلم ملکوں کا تعاون بھی نہیں کرپاتے، جہاں غربت پائی جاتی ہے اور جہاں کے لوگ بڑی مفلوک الحالی میں زندگی بسر کررہے ہوتے ہیں؛ جب کہ ہونا یہ چاہئے کہ ایسے غریب ممالک اور مسلمانوں کی مالی امداد کی جانی چاہئے۔یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر وسیع پیمانہ پر مسلمانوں کے مابین اتحاد واتفاق کی کوئی کوشش موثر ثابت نہ ہوئی تو آنے والے وقت میں مسلمان اور پیچھے ہوجائیں گے اور طرح طرح کے مسائل میں مزید گھر جائیں گے۔حج بیت اللہ کے پیغام سے تمام عالم کے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں۔☆☆

قربانی... فدائیت کا بہترین نمونہ!

مولانا مصلح الدین قاسمی

تصور کیجیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں کا، کیسی آزمائش کی گھڑی رہی ہوگی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے جب نمرود نے دہکتی ہوئی آگ تیار کرائی تھی، ایک طرف نارِ نمرود اوراس کے وہ چیلے چپاٹے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں جلنے کا تماشہ دیکھنے کے لئے بے تاب تھے اور دوسری طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عشقِ حقیقی تھا جو بار بار آگ میں کودنے کے لئے کچوکے لگا رہا تھا، بالآخر نبی موصوف بے دھڑک آگ میں کود پڑے اور خدائی فرمان ''یَا نَارُ کُونِی بَرْدًا وَّسَلامًا عَلٰی اِبْرَاھِیمَ'' (اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی بن جا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر) کے آگے آگ اُن کا کچھ نہ بگاڑ سکی، اور دنیا نے دیکھا کہ آتشِ نمرود میں عشقِ حقیقی کس طرح پنپتا اور پروان چڑھتا ہے۔ سچ ہے

آج بھی ہو جو ابراہیم سا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

پھر تصور میں لایئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فدائیت کا: حکم ہوتا ہے اپنی بیوی اور بچے کو اُس سنسان وادی میں چھوڑ کر آیئے جہاں نہ آدم نہ آدم زاد، ایسا ویرانہ جہاں صرف چلچلاتی دھوپ ہے، نہ کھانا ہے نہ پانی، نہ کوئی قریب اور عزیز، نہ کوئی خبر گیری کرنے والا اور نہ کوئی راہ گیر، جہاں نہ اپنوں کا معلوم اور نہ بیگانوں کی خیر خبر، حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کا حکم پاتے ہی بیوی اور بچے کو اُس جھلسی ہوئی پہاڑیوں اور کھانے پانی سے خالی وادی میں چھوڑ کر آگئے، یہ بالکل نہ سوچا کہ اُس تپتی ہوئی وادی میں ممتا کی ماری ایک ماں اور شیر خوار بچے کا کیا ہوگا۔ بس خدا کا حکم ملتے ہی تعمیل کے لئے فوراً تیار ہوگئے اور حکم کو تجسیمی شکل دینے میں ذرہ برابر بھی تاخیر نہ کی۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور اُن کے ننھے منے بچے پر اُس وحشت ناک وادی میں کیا گذری؟ یہ بھی تاریخ کا ایک باب ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی فدائیت کا مظہر ہے۔

اُس تپتی ہوئی وادی میں وہ شیر خوار بچہ جب دیوارِ کعبہ سے ایڑیاں رگڑتا تو ماں تڑپ تڑپ کر کبھی صفا کی طرف دیکھتی کہ شاید کوئی قافلہ نظر آجائے اور پانی مل جائے، اور کبھی دوڑتی ہوئی مروہ پر چڑھتی کہ شاید ادھر کوئی قافلہ گذرتا ہوا دکھائی دے، پھر بھاگی بھاگی بچے کو دیکھنے آتی کہ کس حال میں ہے، اُس معصوم کو دیکھ کر پھر پانی کی تلاش میں صفا و مروہ کا چکر لگاتی، اور جب امید کی کوئی کرن نظر نہ آتی تو بے قرار ہوجاتی، کلیجے منہ کو آنے لگتے، تا آں کہ اللہ رب العزّت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لاڈلے کی ایڑیوں کی رگڑ سے پانی کا چشمہ جاری فرما دیا جو ''زمزم'' کے نام سے مشہور ہے، اور اُس وقت سے اب تک اسی طرح جاری ہے۔

اللہ اکبر! فدائیت کا یہ نمونہ اب کون پیش کرسکتا ہے کہ ابھی ایک امتحان ختم نہیں ہوا کہ دوسرا شروع ہوگیا، جب بچہ بڑا ہوگیا اور بوڑھے باپ کو کچھ سہارا دینے کے لائق ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دکھایا گیا کہ وہ اپنے لاڈلے کو اللہ کی راہ میں قربان کررہے ہیں، چوں کہ انبیاءِ کرام علیہم السلام کا خواب بھی وحی کے درجے میں ہوتا ہے اس لئے صبح اٹھتے ہی اُس خواب کا تذکرہ اپنے بیٹے سے کیا، اِس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی ہچکچاہٹ اور سراسیمگی نہیں ہوئی، اور نہ ہی کوئی قلق ہوا؛ کیوں کہ ان کا قلب حبّ خدا سے سرشار تھا اور بطورِ امتحان بیٹے سے سوال کیا تمہاری رائے اِس کے بارے میں کیا ہے؟۔

یہاں کسی شخص کے دل میں یہ خلجان پیدا ہوسکتا ہے کہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خدائی حکم کی تعمیل کرنا بیٹے کے اتباعی جواب پر منحصر تھا؟ ایسی کوئی بات نہیں؛ بل کہ ان سے صلاح ومشورے میں بہت سارے اسرار و حکم پنہاں ہیں: پہلی حکمت یہ تھی کہ ان میں اطاعتِ خداوندی کا جذبہ وولولہ کس حد تک ہے یہ بات کھل کر سامنے آجائے، نیز اُن کے حوصلے کو بھی پرکھنا اور جانچنا مقصود تھا۔ دوسری حکمت یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ

اسے قبول کریں گے تو مستحق اجر ہوں گے، تیسری حکمت یہ تھی کہ عین ذبح کے وقت ممکن تھا کہ محبتِ پدری، محبت طبعی اور تقاضائے انسانی فعل مامور میں آڑے نہ آجائے، اِس وجہ سے نبی موصوف نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے مشورہ لیا تھا۔ قرآنِ کریم نے اِس واقعے کو اِس انداز سے بیان فرمایا ہے:

”فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّی اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیٓ اَذْبَحُکَ فَانظُرْ مَاذَا تَرٰیؕ قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ.“ (سورۃ صافات)

ترجمہ: ”سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا: برخوردار! میں دیکھتا ہوں کہ تم کو (بامرالٰہی) ذبح کر رہا ہوں سو تم بھی سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے؟ وہ بولے: ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ کیجئے انشاء اللہ آپ مجھ کو صبر کرنے والوں میں سے دیکھیں گے۔“

یہ امتحان کس قدر سخت تھا اِس کی طرف اشارہ خود الرب العزّت نے ”فلما بلغ معه السع“ سے اشارہ فرمادیا کہ ارمانوں سے مانگے ہوئے اُس بیٹے کو قربان کرنے کا حکم اُس وقت دیا گیا جب یہ بیٹا اپنے باپ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا تھا، اور پرورش کی مشقتیں برداشت کرنے کے بعد اب وقت آیا تھا کہ وہ قوتِ بازو بن کر باپ کا سہارا ثابت ہو، مفسرین نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ سال تھی، اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ بالغ ہو چکے تھے۔

یوں تو ذبح کرنے کا یہ حکم براہِ راست کسی فرشتے وغیرہ کے ذریعے بھی نازل کیا جاسکتا تھا، لیکن خواب میں دکھانے کی بظاہر حکمت یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت شعاری اپنے کمال کے ساتھ ظاہر ہو، خواب کے ذریعے دیئے ہوئے حکم میں انسانی نفس کے لئے تاویلات کی بڑی گنجائش تھی، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تاویلات کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے اللہ رب العزت کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کردیا اور اِس امتحان میں سوفیصد کامیاب ہوئے۔

قربانی کا یہ واقعہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فدائیت کا مظہر ہے وہیں اِس واقعے سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بھی بے مثال جذبۂ جاں نثاری کی شہادت ملتی ہے، اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کم سنی ہی میں اللہ رب العزت نے انھیں کیسی ذہانت اور کیسا علم عطا فرمایا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے اللہ کے کسی حکم کا حوالہ نہیں دیا تھا؛ بلکہ محض ایک خواب کا تذکرہ فرمایا تھا، لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام سمجھ گئے کہ انبیا علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے، اور یہ خواب بھی درحقیقت حکمِ الٰہی کی ہی ایک شکل ہے، چناں چہ انہوں نے جواب میں خواب کے بجائے حکمِ الٰہی کا ذکر کیا اور والد بزرگوار کو یہ کہہ کر یقین دلایا: ”یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ“ (ابا جان! جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے کرگزریئے، انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے)۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب پاکستانی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر معارف القرآن میں اِس آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

”اِس جملے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی غایتِ ادب اور غایتِ تواضع کو دیکھئے، ایک تو انشاء اللہ کہہ کر معاملہ اللہ کے حوالے کردیا، اور اِس وعدے میں دعوے کی جو ظاہری صورت پیدا ہوسکتی تھی اسے بالکل ختم فرمادیا، دوسرے آپ یہ بھی فرما سکتے تھے کہ ”آپ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے“ لیکن اس کے بجائے آپ نے فرمایا ”انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے“ جس سے اِس بات کی طرف اشارہ کردیا کہ یہ صبر وضبط تنہا میرا کمال نہیں ہے؛ بلکہ دنیا میں اور بھی بہت سے صبر کرنے والے ہوئے ہیں، انشاء اللہ میں بھی ان میں شامل ہوجاؤں گا، اِس طرح آپ نے اِس جملے میں فخر وتکبر، خود پسندی اور پندار کے ادنیٰ شائبے کو ختم کرکے اس میں انتہا درجے کی تواضع اور انکسار کا اظہار فرمادیا۔ (روح المعانی، بحوالہ معارف القرآن ج۷، ص:۴۵۹۔ فرید بک ڈپو دہلی)

اللہ رے! یہ جذبۂ قربانی اور یہ فدائیت، کہ بیٹے کے گلے پر چھری چلادی، اور ہائے رے یہ اِقدامِ فداکاری کہ چھری تلے گردن رکھ دیا اور خلیل وذبیح دونوں نے اپنا اپنا حق ادا کردیا، قرآن نے بھی اعلان کردیا ”قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ“ (الصّٰفّٰت/۱۰۵) (تم نے خواب سچ کردکھایا ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں) یعنی اللہ کے حکم کی تعمیل میں جو کام تمہارے کرنے کا تھا اُس میں تم نے اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں اٹھارکھی اور

(باقی صفحہ 22 پر)

عیدالاضحیٰ اور قربانی کی فضیلت

میاں نصیر احمد

دین اسلام میں قربانی کی حیثیت ایک عبادت کی ہے دین خداوندی میں عبادات کی حقیقت یہ ہے کہ ان کے ذریعے سے بندہ اپنے پروردگار کے ساتھ اپنے تعلق کی یاد دہانی حاصل کرتا ہے، چنانچہ قربانی کی یہ عبادت بندے اور اس کے رب کے درمیان تعلق کا وہ مظہر ہے، جسے سرعنوان بنا کر وہ اپنے مالک کی خدمت میں اپنا یہ پیام بندگی بھیجتا ہے۔ ماہ ذی الحجہ کے دسویں دن دنیا بھر کے مسلمان عیدالاضحیٰ کا تہوار مناتے ہیں۔ یہ دن دراصل اس عظیم قربانی کی یادگار ہے، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اطاعت وفرماں برداری کا اعلیٰ نمونہ بن کر اپنے رب کے حضور پیش کی تھی، حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی جانب سے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عظیم قربانی کی یادتازہ کرتی ہے۔قربانی ہمیں اخوت و بھائی چارے کا درس دیتی ہے ہمارے درمیان کی بنائی ہوئی امیری غریبی کی لکیر کوختم کرتی ہے ہمیں اس دنیا کی حیثیت بتلاتی ہے۔ہمیں ان دس دنوں کے قیمتی لمحات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی قربانی کو بھی مزید قیمتی بنانا چاہئے اور اللہ کے ہاں یہ قیمتی تب ہوتی ہے، جب ہم اس کے فلسفہ کو سمجھتے ہوئے اپنے ساتھ دوسروں کو بھی اس خوشی میں شامل کریں اور ریاکاری کے زہریلے ڈنگ سے بچتے ہوئے خالص اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنے مال کو خرچ کریں یہاں پر بڑی غور طلب بات یہ ہے کہ قربانی کا تصور ہر آسمانی مذہب میں پایا جاتا ہے، جذبہ ایثار کا یہ ایک بہترین محرک ہے اس کی ابتدا قابیل کے واقعہ سے ہوئی ہے،لیکن جس کی یادکو ہم مناتے ہیں اس کا اجرا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا تھا کہ یہ قربانی کیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، صحابہ کرامؓ نے عرض کی: ہمیں اس میں کیا ملے گا؟ فرمایا: جانور کے ہر بال کے عوض ایک نیکی ملے گی، اے پروردگار آج میں ایک جانور تیرے نام پر ذبح کر رہا ہوں اگر تیرا حکم ہوا تو میں اپنی ہر محبوب شے یہاں تک کہ اپنی جان بھی اسی طرح تیرے حضور میں پیش کردوں گا۔قربانی کی اہمیت اس وجہ سے بڑی غیر معمولی ہے کہ اس دنیا میں بدنی اور مالی عبادات کے مواقع نماز وانفاق وغیرہ کی صورت میں کثرت سے سامنے آتے رہتے ہیں جن سے ہم اپنے پروردگار کے ساتھ اپنے تعلق کی یاددہانی حاصل کرتے اور اسے زندہ کرتے ہیں تاہم خدا کے لئے جان دے دینا اسلام یعنی اپنے آپ کو خدا کے حوالے کردینے کا سب سے بلند مقام ہے اوراس کے مواقع شاید ہی زندگی میں آتے ہیں۔ اس لئے قربانی کی یہ عبادت اسی حقیقت کے علامتی اظہار کے لئے مقرر کی گئی ہے گویا ایک بندہ مومن اس عظیم عبادت کے ذریعے سے اپنے رب کے سامنے یہ اقرار کرتا ہے کہ میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا، سب تیرے لئے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مشروع کی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو جو چوپائے بخشے ہیں ان پر وہ ذبح کرتے ہوئے اس کا نام لیں، پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، چنانچہ تم اپنے آپ کو اسی کے حوالے کردو اور خوشخبری دو ان لوگوں کو جن کے دل خدا کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔''

یہ آیت بتاتی ہے کہ قربانی کی عبادت اپنی جان کو اپنے معبود کی نذر کردینے کا علامتی اظہار ہے، اس کے ذریعے سے بندہ اپنے وجود کو آخری درجہ میں اپنے آقا کے حوالے کرنے کا اعلان کرتا ہے، بندہ مومن کے یہ جذبات اس کے مالک تک پہنچ جاتے ہیں جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو ابدی رحمتوں کے لئے چن لیتا ہے مزید برآں دنیا میں بھی وہ ان جانوروں کا گوشت انہیں کھانے کی اجازت دے کر انہیں یہ پیغام دیتا ہے کہ اپنی جان مجھے دے کر بھی تم مجھے کچھ نہیں دیتے

بلکہ دینے والا میں ہی رہتا ہوں۔ یہ گوشت کھاؤ اور یاد رکھو کہ مجھ سے سودا کرنے والا دنیا و آخرت دونوں میں نقصان نہیں اٹھاتا۔ کائنات اللہ تعالیٰ کی قدرت کی سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ انسان اس پر غور کر کے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرسکتا ہے، اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ انسانوں کو کائنات کی مختلف چیزوں اور مظاہر پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے، کیونکہ مخلوق کو دیکھ کر خالق کی جانب خیال ضرور جاتا ہے عیدالاضحیٰ کی آمد آمد ہے۔ ہر سال اس موقع پر قربانی کے جانوروں کی بہار آتی ہے ہر گھر میں اِسی بات کا تذکرہ ہوتا ہے کہ گائے خرید لی جائے یا کہیں حصہ ڈال دیا جائے۔ جہاں قربانی کے جانور آجاتے ہیں وہاں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں کہ کس کا جانور زیادہ اچھا اور قیمتی ہے۔ جو لوگ مہنگے جانور خرید کر لاتے ہیں وہ بڑے فخر سے اپنے جانوروں کی نمائش کرتے ہیں، جبکہ کمزور جانوروں کے مالک ان کی قیمت زیادہ بتا کر اپنا بھرم رکھتے ہیں۔ غرض مقابلہ بازی کی اک فضا ہر جگہ طاری ہو جاتی ہے کچھ لوگ قربانی کی استطاعت نہیں رکھتے ان کا غم صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ اس مقابلے سے کیوں باہر ہیں یا پھر اس موقع پر گوشت کی خود کفالت میں وہ دوسروں کے محتاج ہوں گے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی اللہ کی بارگاہ میں ایسی مقبول ہوئی کہ بطور یادگار ہمیشہ کے لئے ملت ابراہیم کا شعار قرار پائی، ذوالحج کی دسویں تاریخ دنیائے اسلام کے لئے ذبح عظیم کی یاد تازہ کرتی ہے۔ عیدالضحیٰ کے لغوی معنی قربانی کی عید کے ہیں جو حضرت ابرہیم خلیل اللہ کی جانب سے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کی عظیم قربانی کی یاد تازہ کرتی ہے۔ اس لئے اس عید کا نام عیدالضحیٰ پڑ گیا۔ عربی میں بقر کے معنی گائے کے ہیں، چونکہ اس عید پر گائے کی بھی قربانی دی جاتی ہے، اس لئے اسے عیدالبقر کہتے ہیں، حج کے موقعے پر خاص طور پر اور پورے عالم اسلام میں عام طور پر فرزندان توحید جانوروں کی قربانی دیتے ہیں عید جیسے تہوار مسلمانوں کے لئے نہ صرف منفرد حیثیت کے حامل ہیں بلکہ یہ اسلامی اقدار و روایات کی عکاسی بھی کرتے ہیں قربانی کی فضیلت اور ثواب بے بہا ہے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

''خدا کے نزدیک عید کے دن قربانی کے جانوروں کا خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ عمل کوئی نہیں قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے۔''

کیونکہ قربانی کی اصل روح تقویٰ ہے اللہ تعالیٰ کو قربانی کے جانور کے گوشت پوست اور جسامت سے کوئی غرض نہیں اس تک تو صرف وہ تقویٰ پہنچتا ہے جو قربانی کے پیچھے چھپا ہو، اگرچہ اس عید کے موقع پر بھی خوب رونق، چہل پہل، گہما گہمی اور ہر طرف میلے کا سماں ہوتا ہے۔ لیکن اس عید کی اہم ترین تقریب قربانی ہے۔ شریعت اسلامی کی رو سے قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جاتے ہیں۔ ایک حصہ اپنے لئے، دوسرا رشتہ داروں اور تیسرا حصہ مساکین کے لئے مختص کیا جاتا ہے اور اسی قربانی کی یہ حکمت و برکت ہے کہ غریب سے غریب شخص بھی ان دنوں گوشت سے محروم نہیں رہتا قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے بلکہ تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ ماہ ذوالحجہ میں کوئی عمل کرے تو اس عمل کی برکت سے یہ عید قربان اس بندے کو اللہ کے اتنا قریب کر دیتی ہے کہ کوئی اور لمحہ اسے اتنے قرب سے آشنا نہیں کرسکتا دوسرے لفظوں میں عیدالاضحیٰ میں قربانی کا عمل بندے کو اپنے رب کے قریب کرنے والا عمل ہے جس سے ساری دوریاں ختم ہو جاتی ہیں یہاں پر بڑی غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بابرکت ذات یہ نہیں دیکھتی کہ وہ جانور جو قربانی کے لئے پیش کئے گئے ان کی مالیت اور جسامت کیا ہے بلکہ وہ قربانی کرنے والے دلوں کی کیفیت پر نگاہ رکھتا ہے کیا یہ تو نہیں کہ قربانی کرنے والے کی نیت کوئی مادی منفعت یا محض نمود و نمائش کا اظہار ہے، اللہ رب العزت کو ایسی قربانی کی کوئی ضرورت نہیں وہ اس قربانی کو قبول کرتا ہے جس کی اساس تقویٰ پر رکھی گئی ہو۔

اسی لئے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا:

''اللہ تعالیٰ کو قربانی کے جانور کے گوشت پوست اور جسامت سے کوئی غرض نہیں اس تک تو صرف وہ تقویٰ پہنچتا ہے جو قربانی کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔''

وہ تو یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ قربانی کرنے والے میں خوف خدا اور پرہیزگاری کی کیا کیفیت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صدق و اخلاص سے قربان کئے جانے والے جانور کے خون کا پہلا قطرہ جونہی زمین پر گرتا ہے اس قربانی کو بارگاہ الوہیت میں قبول کرلیا جاتا ہے۔ وہ تو بندے کی نیت کو دیکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قربانی سے مقصود گوشت نہیں بلکہ قربانی کے جانور کے حلقوم پر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر چھری چلا

دینے کا نام قربانی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی کرتے تھے تب اچھا جانور دیکھ کر لاتے اور اس کو اچھے طریقے سے اللہ کے لئے سنت ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے ذبح کرتے اور اس کے گوشت میں تمام غرباء ومساکین کو شامل کرتے اور ان کو عید کی خوشیوں میں شامل فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہی ہمارے لئے مشعل راہ ہے اور اسی پر چلتے ہوئے ہماری نجات ہے۔ اس لئے ہمیں بھی اپنی قربانیوں میں غریب مسکین ہمسائے اور رشتہ داروں کو شامل کرنا چاہیے اور خاص کر ایسے رشتہ دار جو اس کی استطاعت نہ رکھتے ہوں۔ اس سے جہاں ہماری قربانی کی قبولیت ہوگی، وہاں انسانی ہمدردی اور بھائی چارے کی فضا بھی قائم ہوگی اگر ہم نے اپنے خاص لوگ اور اپنے برابر کے لوگوں کو ہی اس میں شامل کر کے باقی گوشت کو فریجوں کی زینت بنا کر مہینوں باسی کر کے کھانا ہے تو یہ سنت ابراہیمی کے ساتھ ساتھ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہوئے قربانی کے مقصد اور اجر وثواب سے محرومی کا ہی باعث ہیں جبکہ دنیا میں اپنے کافی مال سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے، اور آخرت میں حساب وکتاب کے وقت اللہ کے حضور پکڑے جائیں گے لہٰذا اسی سال اور اسی وقت سے اپنے پختہ عزم کو لئے اس عظیم کام کو مکمل سنت طریقے سے پایۂ تکمیل کر کے اپنے آپ کو درگاہ باری تعالیٰ میں سرخرو کریں اور اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں قربانی کی اہمیت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆..........☆☆

درود شریف

قبولیتِ دعا کا نسخہ

میرے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جب آدمی کو کوئی دکھ اور پریشانی ہو، یا کوئی بیماری ہو، یا کوئی ضرورت اور حاجت ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا تو کرنی چاہئے کہ یا اللہ! میری اس حاجت کو پورا فرما دیجئے۔ میری اس پریشانی اور بیماری کو دور فرما دیجئے۔ لیکن ایک طریقہ ایسا بتاتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو ضرور ہی پورا فرمادیں گے۔ وہ یہ ہے کہ کوئی پریشانی ہو، اس وقت درود شریف کثرت سے پڑھیں، اس درود شریف کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس پریشانی کو دور فرمادیں گے۔

حضور ﷺ کی دعائیں حاصل کریں:

دلیل اس کی یہ ہے کہ سیرتِ طیبہ میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ جب کوئی شخص حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں کوئی ہدیہ لاتا تو آپ اس بات کی کوشش فرماتے کہ اس کے جواب میں اس سے بہتر تحفہ اس کی خدمت میں پیش کریں، تاکہ اس کی مکافات ہوجائے، ساری زندگی آپ نے اس پر عمل فرمایا۔ یہ درود شریف بھی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ہدیہ ہے، اور چونکہ ساری زندگی میں آپ کا یہ معمول تھا کہ جواب میں اس سے بڑھ کر ہدیہ دیتے تھے، تو آج جب ملائکہ درود شریف آپ کی خدمت میں پہنچائیں گے کہ آپ کے فلاں امتی نے آپ کی خدمت میں درود شریف کا یہ تحفہ بھیجا ہے تو غالب گمان یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ اس ہدیہ کا بھی جواب دیں گے۔ وہ جوابی ہدیہ یہ ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ جس طرح اس بندے نے مجھے ہدیہ بھیجا، اے اللہ! اس بندے کی حاجتیں بھی آپ پوری فرمادیں۔

اب اس وقت ہم لوگ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں جا کر یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ ہمارے حق میں دعا فرما دیجئے، دعا کی درخواست کرنے کا تو کوئی راستہ نہیں ہے۔ ہاں، ایک راستہ ہے، وہ یہ کہ ہم درود شریف کثرت سے بھیجیں، جواب میں حضور اقدس ﷺ ہمارے حق میں دعا فرمائیں گے، لہٰذا درود شریف پڑھنے کا یہ عظیم فائدہ ہمیں حاصل کرنا چاہئے۔

اسی وجہ سے بہت سے بزرگوں سے منقول ہے کہ وہ بیماری اور دکھ کی حالت میں درود شریف کی کثرت کیا کرتے تھے۔ اس لئے دن بھر میں کم از کم سو مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کریں۔ اگر پورا درود ابراہیمی پڑھنے کی توفیق ہوجائے تو بہت اچھا ہے، ورنہ مختصر درود پڑھ لیں۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ"

اور مختصر کرنا چاہو تو یہ پڑھ لیں

''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمْ''۔

یا ''صلی اللہ علیہ وسلم'' پڑھ لیں، لیکن سو مرتبہ ضرور پڑھ لیں۔ اس کی برکت سے اجر و ثواب کے ذخیرے بھی جمع ہوجائیں گے اور انشاء اللہ، اللہ کی رحمت سے بگڑے کام بھی سنور جائیں گے۔ (کتاب اصلاحی خطبات، جلد6، صفحہ 93، مجموعہ بیانات: حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب)

درِ دل پہ دستک

بنت اقلیم قدوائی

اگر اب بھی نہ جاگے تو...؟

پاکستان کا مطلب کیا؟ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہ وہ دل کو گرما دینے والا نعرہ تھا جو قیام پاکستان کی بنیاد بنا اور اسی نعرے کو لگاتے لگاتے ہزاروں مسلمانان ہند منوں مٹی تلے جا سوئے اور آج بھی الحمدللہ ثم الحمدللہ! پاکستان کی اساس اسی نعرہ پر قائم ہے۔ جب بھی مملکت خداداد پاکستان پر خوف کے سائے منڈلانے لگتے ہیں تو سوئے ہوئے محبّ وطن پاکستانی جو کلمہ طیبہ کی اصل روح کو بھلا چکے ہوتے ہیں، یہ نعرہ ان کے اندر ایک نئی روح پھونک دیتا ہے۔

پاکستان کے وجود میں آنے کا اصل مقصد کیا تھا؟ اور کیوں قائداعظم محمد علی جناح، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، سرسید احمد خان، خان لیاقت علی خان، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی جوہر، نواب بہادر یار جنگ، سید احمد بریلوی شہید رحمہ اللہ اور دوسرے مجاہدین ہند نے دن رات ایک کر کے اس ارض پاک کو اپنے لہو سے سینچا اور اسکی آبیاری کی؟

کیا اس لئے تا کہ ہم ان ہزاروں شہداء کی قربانیوں کو بھول جائیں! ان بیٹیوں اور بہنوں کو فراموش کر دیں جن کی عصمتوں کو روندا گیا؟ ان ماؤں کے آنسوؤں کو بھلا دیں جن کے بیٹوں کے سینوں میں ان کی آنکھوں کے سامنے خنجر گھونپے گئے؟ کیا ان ننھے وجودوں کی جان کی کوئی قیمت نہیں تھی جنہیں اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی انکی ماؤں کی کوکھوں میں ہی موت کی نیند سلا دیا گیا تھا؟ وہ ننھی ننھی معصوم کلیاں جو نیزوں پر چڑھا دی گئیں کیا وہ یاد نہیں آتی ہیں؟ وہ برہنہ پا قافلے جو زہریلا پانی پی کر موت کی وادی میں جا سوئے؟ وہ قیمتی مال ومتاع جو پاکستان کے لئے پیچھے چھوڑ دیا گیا؟ وہ پرکھوں کی میراث جن کے وارث ایک نئی بننے والی اسلامی ریاست کی طرف ہجرت کر گئے؟

کیا ایک مسلمان بھول سکتا ہے اس آزادی ٹرین کو، کہ جب وہ پاکستان کی سرحد میں داخل ہوئی تو اس میں ایک بھی مسلمان زندہ نہ بچا تھا۔ صرف اور صرف خاک وخون میں ڈوبی لاشیں تھیں اور کھلی آنکھوں میں آزاد وطن کے سہانے خواب سجے تھے!

اے میرے محبّ وطن پاکستانیو! اٹھو اور توڑ دو عیش وعشرت کی وہ سب زنجیریں جو تمہیں جکڑ چکی ہیں، اتار پھینکو وہ بے حیائی کا طوق جو تم نے اپنے گلے میں لٹکا رکھا ہے، چھوڑ دو پیروی کرنا اغیاروں کی جو تمہیں تمہارے مذہب سے دور کر رہے ہیں، دور کر دو اپنے آپ سے اس عریانی وفحاشی کی غلاظت کو جس میں تم لتھڑ چکے ہو، اتار پھینکو لادینیت کی اس چادر کو جو تم نے اوڑھ رکھی ہے، واپس پلٹ آؤ! آؤ واپس پلٹ آؤ اپنے دین میں! اپنے قرآن کو تھام لو، رسول حبیب سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو ایک بار پھر سے زندہ کرو، انکی اتباع کرو، اپنے اسلاف کی اڑتی راکھ کو سنبھال لو، اپنے پرکھوں کی لاج رکھ لو، اپنے وطن کی قدر کرو، اس کی حفاظت کرو، اس پر اپنی جان نچھاور کر دو!

آج ایک بار پھر سے وہی کہانی دہرائی جا رہی ہے۔ وہی دشمن ایک بار پھر سے تمہاری جڑوں میں بیٹھ چکا ہے، وہ تو تم کو دیکھ رہا ہے مگر تم اس سے غافل ہو، وہ تمہارے پانی میں زہر ملا رہا ہے اور تم پی رہے ہو، وہ تمہیں نچا رہا ہے اور تم ناچ رہے ہو، وہ تمہارے گھروں میں گھس کر تمہاری بہنوں اور بیٹیوں کو لوٹ رہا ہے اور تم جانتے ہوئے بھی انجان بنے ہوئے ہو، وہ تمہاری نسل کو جدیدیت کے نشے کا عادی بنا رہا ہے اور تم خوش ہو رہے ہو، وہ تمہارے جوانوں کا گرم ابلتا تازہ خون دین سے دور اور لادینیت کے غلیظ، بدبودار گاڑھے خون میں تبدیل کر رہا ہے اور تم کو خبر بھی نہیں ہے، وہ تمہاری حیاء اور غیرت کا سودا کر چکا ہے اور تم بک چکے ہو، وہ کفر کا بیج نئی تعلیم کے بھیس میں تمہاری درسگاہوں میں پھیلا چکا ہے اور تم؟

کہاں کہاں سے اپنے آپ کو بچا سکو گے؟ تمہارے اپنے گھر میں ہی ہر طرف دشمن مورچہ بندی کر چکا ہے اور تم کو خبر بھی نہیں!

شوق برہنہ پا چلتا تھا اور رستے پتھریلے تھے
گھستے گھستے گھس گئے آخر کنکر جو نوکیلے تھے

(باقی صفحہ 17 پر)

حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ بھی رخصت ہو گئے!

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

حضرت اقدس مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزارویؒ ہمارے حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے تربیت یافتہ تھے، ایک عرصہ آپ کی خدمت میں رہے۔ آپ کی صحبت، رفاقت، تربیت نے انہیں مردِ مجاہد، مردِ میدان بنا دیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ آپ نے ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء کی تحریکہائے ختم نبوت میں مردانہ وار کردار ادا کیا۔

اصلاحی تعلق برکۃ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ سے تھا اور حضرت شیخ سے مجاز تھے۔ قادری، راشدی سلسلہ کے مطابق ذکر جہر کراتے۔ ہزاروں لوگوں نے ان کے دامن سے وابستہ ہوکر اپنے آپ کو ذاکر شاغل بنا دیا، دسیوں علماء کرام کو آپ نے خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔

دارالعلوم زکریا یا مسجد صدیق اکبر میں جہاں کہیں ہوتے ان کے دروازے ہر عام و خاص کے لئے کھلے رہتے۔ دبنگ انسان تھے، جس کو حق سمجھا برملا اظہار فرما دیا، گویا وہ ان اشعار کے مصداق تھے:

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے آبلہ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند
اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

ختم نبوت کے حوالہ سے ہم جیسے خوردوں سے بھی ایسے ہی پیش آتے جیسے بزرگوں سے ایک مرتبہ خیبر پختونخواہ سے واپسی پر ملاقات کا اظہار کیا، فرمایا صبح ناشتہ میرے ہاں کر لیں۔ چنانچہ میرے حاضر ہونے سے پہلے منتظر تھے اور مکئی کی روٹی سے ناشتہ کرایا۔ فرمانے لگے کہ غالباً یہ ہنگو کی مکئی ہے، جسے کبھی کبھی ہم مہمانوں کی آمد پر پکاتے ہیں۔ حضرت ہزارویؒ کی خدمت میں بیٹھے ہی تھے کہ میرے ایک عزیز کا فون آیا کہ بچہ روتا ہے اور ڈرتا ہے، میں نے حضرتؒ سے اس سلسلہ میں گزارش کی تو فرمایا کہ درج ذیل کلمات بغیر نقطوں کے لکھ کر اس کے گلے میں لٹکائیں: ''سلام قولا من رب رحیم۔ صلی اللہ علی النبی الامی'' اور لپیٹنے کا طریقہ بھی بتلایا، بغیر نقطوں کے مجھے سمجھ نہ آیا، لیکن کنڈیارو سندھ میں ہمارے معروف عالم دین، استاذ العلماء اور ہزاروں کتابوں پر مشتمل ذاتی لائبریری کے مالک مولانا محمد ادریس سومرو مدظلہ سے ان کی لائبریری میں ملاقات ہوئی، معلوم ہوا کہ مصحف عثمانیؓ یعنی قرآن پاک کا وہ نسخہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زیر تلاوت تھا اور آپ کو شہید کر دیا گیا، اس کا عکس شائع ہو چکا ہے اور وہ مولانا محمد ادریس صاحب لا چکے ہیں اور ایسے مصحف علوی یعنی قرآن پاک کا وہ نسخہ جو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زیر تلاوت رہا ہے۔

ان دونوں مصاحف کے عکس شائع ہو چکے ہیں اور دونوں پر نقطے نہیں ہیں غالباً نقطے اور اعراب حجاج بن یوسف کے زمانہ میں لگے۔ بات لمبی ہوگئی کہ حضرت پیر صاحبؒ نے ''سلام قولاً من رب رحیم'' والا تعویذ بغیر نقطوں کے بتلایا۔

آج سے کچھ عرصہ پہلے راولپنڈی کے لیاقت باغ میں بڑی کانفرنس تجویز ہوئی اور اس کے لئے بھرپور محنت بھی ہوئی۔ عین کانفرنس سے ایک دن پہلے گورنمنٹ نے پابندی لگا دی تو اس کانفرنس کی تیاری کے لئے حضرت پیر صاحبؒ نے ہمارے جیسے رضا کاروں کی خوب سرپرستی فرمائی، جہاں ہم نے ضرورت محسوس کی یا مقامی احباب نے تقاضا کیا۔ حضرت پیر صاحب سے درخواست کی گئی تو حضرت والا نے بلا ہچکچاہٹ ہماری درخواست کو قبول فرمایا۔

کانفرنس کی تیاری میں حضرت پیر صاحبؒ کے علاوہ خطیب العصر حضرت مولانا سید عبدالمجید ندیمؒ ہمارے امیر راولپنڈی شیخ الحدیث مولانا قاضی مشتاق احمد مدظلہ، امیر اسلام آباد مولانا عبدالرؤف نور اللہ مرقدہ نے شب و روز محنت کی، اگرچہ وہ کانفرنس تو نہ ہوسکی، لیکن مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا۔ حضرت پیر صاحبؒ مجاہد پیروں میں سے تھے، صرف خانقاہ اور مدرسہ تک

(باقی صفحہ 23 پر)

مفکرِ اسلام حضرت علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مفکرِ اسلام حضرت علامہ خالد محمودؒ تقریباً ایک سو سال کی بہاریں دیکھ کر عالم جاوداں کو سدھار گئے۔ موصوف بنیادی طور پر سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ دارالعلوم دیوبند اور ڈابھیل سے حدیث شریف پڑھی اور یوں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہما اللہ جیسے اساطین علم سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ سیالکوٹ کے مرے کالج میں ایک عرصہ تک پروفیسر رہے۔ عقلیات کے امام تھے، انہوں نے اولاد کے علاوہ مختلف موضوعات پر تقریباً ڈیرہ سو کتب یادگار چھوڑیں۔ پاکستان آمد کے بعد جامعہ اشرفیہ لاہور کے طلبا کرام کو احادیث طیبہ کے اسرار و رموز سے روشناس کراتے۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا اور قلم اٹھانے کا حق ادا کردیا۔ عقیدۂ ختم نبوت سے والہانہ عقیدت و محبت ہی نہ رکھتے تھے، بلکہ اس اہم موضوع پر انہیں استاذ کی اتھارٹی حاصل تھی۔ استاذ محترم فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ کے بعد جو مسئلہ کسی سے حل نہیں ہوتا تھا وہ چٹکیوں میں حل فرمادیتے۔ قادیانیوں نے ان سے بارہا ذلت و رسوائی کے ساتھ شکست کھائی، بلکہ قادیانی مربی ان کے ساتھ مناظرہ کرتے ہوئے گھبراتے تھے۔ موصوف قادیانیوں کو شرائط مناظرہ کے طے کرنے کے دوران ہی شکست سے دوچار کردیتے، کسی ساتھی نے ان کے ایک مناظرہ کے لئے شرائط طے ہونے سے متعلق بتلایا کہ ایک مرتبہ قادیانیوں نے مناظرہ کا چیلنج دیا۔ حضرت علامہ تشریف لے گئے۔ شرائط مناظرہ طے ہو رہی تھیں۔ قادیانی مناظر نے کہا کہ ہمارے دو موضوعات ہوں گے:

ا:... حیات و وفات عیسیٰ علیہ السلام،

۲:... اجرائے نبوت۔

علامہ صاحبؒ نے فرمایا کہ میرے بھی دو موضوعات ہوں گے:

ا:... مرزا قادیانی گوہ (غلاظت) کھاتا تھا۔

۲:... قادیانی جماعت کا دوسرا گرو مرزا بشیر الدین محمود زانی اور شرابی تھا۔

قادیانیوں نے ان موضوعات پر گفتگو کرنے سے انکار کردیا حضرت علامہ نے فرمایا کہ اگر میرے ان دو موضوعات پر بھی گفتگو نہیں ہوگی تو آپ کے موضوعات پر گفتگو نہیں ہوگی۔ کافی بحث و تمحیص کے بعد قادیانیوں نے میدان مناظرہ سے راہ فرار اختیار کی، جب راقم کو اس گفتگو کے متعلق اطلاع ہوئی تو راقم نے ایک ملاقات میں درخواست کی کہ پہلے موضوع کے متعلق کیا حوالہ ہے؟

فرمایا کہ آپ کو جماعت میں آئے ہوئے کتنا عرصہ گزرا؟ راقم نے بتلایا کہ تقریباً بیس سال، فرمایا کہ بیس سال میں اتنا اہم حوالہ آپ کی نظر سے نہیں گزرا۔ میں نے اپنی جہالت کا اعتراف کیا تو فرمایا، مرزا قادیانی نے انجام آتھم کے صفحہ ۵۸ خزائن نمبر ۱۱، ص: ۳۴۳ پر لکھا ہے: ''تکلف سے جھوٹ بولنا گوہ کھانا ہے۔''

فرمایا کہ اگر قادیانی مناظر مناظرہ پر آمادہ ہوجاتا تو میں اس کے جھوٹ بیان کرکے کہتا کہ مرزا قادیانی نے گوہ کھایا ہے۔

دوسرے موضوع سے متعلق فرمایا کہ ربوہ کا مذہبی آمر، ربوہ کا پوپ، شہر سدوم اور دوسری کتابیں اس کے زنا اور بدکاری کے واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ جن میں کئی ایک خواتین نے مؤکد بعذاب قسمیں کھائیں کہ اگر ہم جھوٹ بول رہی ہیں تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو۔ مرزا محمود ان خواتین کا سامنا کرنے سے گھبراتا تھا۔

ایک مرتبہ جب میں بہاولپور میں مبلغ تھا تو بہاولپور ہمارے دفتر جو چوک شہزادی میں ہوتا تھا، تشریف لائے، تو میں نے چائے، پانی کا پوچھا۔ فرمایا: پانی لے آؤ۔ میں اسٹیل کے گلاس میں لایا تو فرمایا کہ آپ کے پاس شیشہ کا گلاس نہیں ہے؟ راقم نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا کہ چائے کی پیالی لے آؤ، میں نے کہا کہ چائے کی پیالی بھی نہیں ہے۔ فرمایا کہ آپ چائے نہیں پیتے؟ میں نے کہا

کہ پیتا ہوں، سامنے ٹی اسٹال ہے، ٹی اسٹال والے کو اشارہ کرتا ہوں اور وہ اپنے برتنوں میں چائے بھجوا دیتا ہے۔ جتنی دیر دفتر میں تشریف فرما رہے، مذاقاً فرماتے رہے: اچھا آپ چائے نہیں پیتے؟ ان کے تشریف لے جانے کے بعد راقم نے چینی کی چھ پرچ پیالیوں کا سیٹ خرید کر رکھا۔ ایک مرتبہ ایک ساتھی میرے ساتھ تھا، کسی بات سے متعلق میں نے کہا کہ حضرت اس کی کیا عمر ہوگی؟ فرمایا کہ عجیب آدمی ہو، مجھ سے پوچھتے ہو، میں کوئی عالم الغیب ہوں کہ بتاؤں اس کی عمر کیا ہوگی اور کب دنیا سے رخصت ہوگا۔

جامع مسجد الصادق بہاولپور میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ایک سوال اور اس کا جواب ارشاد فرمایا: اشکال یہ پیش کیا گیا تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دوسری شادی کا ارادہ فرمایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سختی سے روک دیا۔ عوام کی بچیوں پر سوکن کی اجازت ہے اور اپنی بیٹی پر سوکن کی اجازت نہیں دی۔

جواب میں فرمایا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابوجہل کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتے تھے تو فرمایا کہ نبی و زندیق کی بیٹیاں ایک نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں۔

فرمایا کہ جب دو سوکنیں کسی مسئلہ پر الجھتی ہیں تو ایک دوسرے کے والدین پر زبان طعن دراز کرتی ہیں۔ فرمایا: اس میں امت پر شفقت ملحوظ خاطر تھی کہ اگر فاطمہؓ کی سوکن نے فاطمہؓ کے والدین پر طعن و تشنیع کی تو اس کے ایمان کا بیڑہ غرق ہوجائے گا۔

ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے چھوٹے چھوٹے صحابہ کرامؓ کو شہادت کی موت نصیب ہوئی، جب کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شہادت کی موت سے محروم رہے؟

فرمایا کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ''سیف من سیوف اللہ'' (اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار) فرمایا کرتے تھے، اگر حضرت خالدؓ شہید ہوجاتے تو اللہ کی تلوار ٹوٹ جاتی۔ اس لئے حضرت خالد ابن ولیدؓ شہادت کی موت سے محروم رہے۔

حضرت علامہ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا اور گرفتاری بھی ہوئی۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا، ملک بھر میں تبلیغی پروگراموں میں حصہ لیا اور اپنی مساعی جمیلہ کو اپنے سامنے کامیابی سے ہمکنار ہوتے دیکھا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ سے مل کر دنیا کے کئی ممالک میں تبلیغی ختم نبوت کے سفر کئے اور قادیانیوں کو مناظروں میں چاروں شانے چت کیا۔

چند ماہ قبل جامعہ اشرفیہ کی جامع مسجد الحسن کی بیسمنٹ کی سنگ بنیاد کی تقریب تھی، جس میں دیگر علماء کرام، مشائخ عظام کے علاوہ آنجناب بھی تشریف لائے۔ ضعف و عوارض، طوالت عمر کے باوجود تقریباً پون گھنٹہ کھڑے ہوکر خطاب فرمایا۔

حضرت علامہ میں خوبی یہ تھی کہ کسی بھی جدید و قدیم مسئلہ پر ان سے گفتگو کی جاتی سیر حاصل جواب سے سرفراز فرماتے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانیان کرام حضرت امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ سے نیازمندانہ مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا محمد حیاتؒ، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ سے برادرانہ تعلق تھے۔ شیخ الاسلام مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ، مولانا خواجہ خان محمدؒ، انہیں احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ علاوہ ازیں بعد میں آنے والے مبلغین میں تو انہیں استاذ کی حیثیت حاصل تھی۔ برمنگھم میں ہونے والی سالانہ عالمی ختم نبوت کانفرنسوں میں نہ صرف شریک ہوتے بلکہ اپنے مفید مشوروں سے بھی سرفراز فرماتے تھے۔ ☆☆

بقیہ:......درِ دل پر دستک

سارے سپیرے ویرانوں میں گھوم رہے ہیں بین لئے

آبادی میں رہنے والے سانپ بڑے زہریلے تھے

میرے معزز ہم وطنو! اب بھی وقت ہے، ابھی بھی دیر نہیں ہوئی ہے، اب بھی اگر نہ سنبھلے تو پھر کبھی نہ سنبھل سکیں گے! پاکستان اسلام کا قلعہ ہے۔ اس کی حفاظت کریں اور جس کلمے کی بنیاد پر ہمارا پیارا ملک وجود میں آیا تھا اس کو یاد رکھیں!

پاکستان کا مطلب کیا؟ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه تھوڑا کہے کو بہت جانئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کہنے سننے سے زیادہ عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ناموسِ رسالت اور ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہم سب مومنین کو قبول فرمائے۔ آمین یارب العالمین اللھم آمین یارب العالمین۔

تحریک ختم نبوت پر ایک تاریخی دستاویز

جناب محمد متین خالد صاحب

نابغہ وعبقری شخصیت کے مالک حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کو تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر ایک جری، دلیر اور تہور پیشہ سپہ سالار کی حیثیت حاصل ہے۔ تقریر وتحریر ہو یا مباحثہ و مناظرہ، دونوں میں انہیں لاثانی خداداد ملکہ حاصل ہے۔ وہ اپنی گل افشانی گفتار، پرواز تخیل اور برجستہ لب و لہجہ میں منفرد وممتاز ہیں۔ کئی دہائیوں سے ماہنامہ لولاک کے ایڈیٹر کی حیثیت سے اپنے فرائضِ منصبی نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے سلسلہ میں اس رسالہ کو ہر مکتبہ فکر میں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی ہے اور آج اس کی اشاعت ہزاروں میں ہے۔ مطالعہ وتحقیق اور تصنیف وتالیف مولانا کے محبوب ومرغوب مشاغل ہیں۔ ان کی گرانقدر مطبوعہ کتب ''قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ، چمنستانِ ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ، دروس وبیاناتِ ختمِ نبوت، آئینہ قادیانیت، یادِ دلبراں اور قادیانی شبہات کے جوابات'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ ایک غیر مختتم سلسلۃ الذہب ہے۔

اللہ کرے یہ مرحلہ شوق نہ ہو طے

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کی نئی کتاب ''تحریک ختم نبوت'' (دس جلدیں) نہایت مبسوط، مدلل، مربوط، جامع، تحقیقی اور تاریخی دستاویز ہے۔ 1934ء کی ختم نبوت کانفرنس قادیان سے دسمبر 2019ء تک تحریک ختم نبوت جن مراحل سے گزرتی رہی، اس کی لمحہ بہ لمحہ رپورٹ کو جمع کر دیا گیا ہے، دس ضخیم جلدوں کے ساڑھے چھ ہزار صفحات پر مشتمل قریباً ایک صدی کی عشق ومحبت کی داستان لازوال جو ایمان پرور اور حقائق افروز بھی۔ کتاب کی پہلی جلد اکتوبر 1934ء سے جنوری 1953ء تک کے اہم حالات وواقعات پر مشتمل ہے۔ خاص طور پر تحریک تحفظ ختم نبوت 1953ء کے روح پرور واقعات پڑھ کر ایمان وایقان کو ایک نئی جِلا ملتی ہے۔ اس دور میں لکھی اور پڑھی جانے والی ولولہ انگیز نظمیں نہایت جہاد آفرین ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تحریک تحفظ ختم نبوت کے مخالفین کا عبرتناک انجام نہایت چشم کشا ہے۔ دوسری جلد 1954ء سے 1974ء تک کے اہم واقعات اور اخباری تراشوں سے مزین ہے جو شاید پہلی دفعہ منظر عام پر آئیں۔ تیسری جلد میں 29/مئی 1974ء سے 7/ستمبر 1974ء تک کے حالات وواقعات شامل ہیں۔ پورے ملک میں جاری تحریک تحفظ ختم نبوت 1974ء کی روداد پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ سانحہ ربوہ کی تحقیقات کرنے والے صمدانی ٹربیونل کی کارروائی بھی قابل مطالعہ ہے۔ اس کارروائی میں سانحہ ربوہ کے عینی شاہدین کے بیانات پڑھ کر قاری پر غم وغصہ کی المناک کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ روزنامہ وفاق کے مدیر جناب مصطفیٰ صادق کا مضمون ''بھٹو صاحب نے قادیانیوں کو کیسے غیر مسلم قرار دیا؟'' نہایت دلچسپ اور اندر کی خاص باتوں پر مشتمل ہے۔ چوتھی جلد ستمبر 1974ء تا 31/دسمبر 1985ء کے واقعات پر مبنی ہے۔ 26/اپریل 1984ء کو حکومت پاکستان کی طرف سے امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا جس کی رو سے کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتا، اپنے مذہب کی تبلیغ نہیں کر سکتا اور نہ ہی شعائر اسلامی کا استعمال کر سکتا ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں وہ تین سال قید وجرمانہ کی سزا کا مستوجب ہوگا۔ یہ آرڈیننس کس طرح منظور ہوا، کس نے تحریک چلائی، تحریک میں کون کون شامل ہوا؟ اس کی تفصیلات بڑی معلوماتی ہیں۔ پانچویں جلد 1986ء سے 1991ء تک کے حالات کا احاطہ کرتی ہے۔ اس میں قادیانی جماعت کے چوتھے خلیفہ مرزا طاہر (جو برقع پہن کر ملک سے مفرور ہو گیا تھا) کی طرف سے علماء اسلام کو دیئے گئے مباہلے کے چیلنج اور اس کے جواب میں علماء اسلام کی طرف سے قبولیت چیلنج کے حالات تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ اس جلد میں قادیانیوں کے صد سالہ جشن پر پابندی کے بارے میں لاہور ہائی کورٹ کا تاریخی فیصلہ بھی محفوظ کر دیا گیا ہے جس

سے اس جلد کی اہمیت دو چند ہوگئی ہے۔ چھٹی جلد 1992ء تا 1997ء کے حالات و واقعات اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔ جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کی تفصیل اور پاکستان میں کلیدی عہدوں پر قادیانیوں کی تقرری کے بارے میں نہایت ہوش ربا انکشافات کئے گئے ہیں۔ قادیانیوں کے کفریہ عقائد وعزائم کے بارے میں سپریم کورٹ آف پاکستان کا تاریخی فیصلہ ظہیر الدین بنام سرکار کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے بے حد ضروری ہے۔ سپریم کورٹ نے قادیانی کتب کا جائزہ لینے کے بعد اپنے فیصلہ میں لکھا کہ ہر قادیانی اپنے کفریہ عقائد کی بنا پر سلمان رشدی کی طرح ہے۔

ساتویں جلد 1998ء تا 2003ء کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں فتنہ گوہر شاہی کی شرانگیزیاں، ربوہ کے نام کی تبدیلی اور قادیانی جماعت کا اپنے مذہب کی تبلیغ کے لئے سولہ کروڑ ڈالر کا فنڈ مختص کرنے کی ہوش ربا تفصیلات درج ہیں۔ معروف صحافی جناب زیڈ اے سلہری کے قبولِ اسلام کی روداد روح کو گرما دیتی ہے۔ آٹھویں جلد 2004ء تا 2010ء کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں ڈنمارک میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکے بنانے (نعوذ باللہ) اور اس پر پوری دنیا کے مسلمانوں کی طرف سے کئے جانے والے احتجاج کی تفصیلات موجود ہیں۔ نویں جلد 2011ء تا 2016ء کے حالات وواقعات کی جامعیت لئے ہوئے ہے۔ اس جلد میں غازی ملک محمد ممتاز قادریؒ کی شہادت و جنازے کا ایمان افروز تذکرہ ہے۔ متحدہ علماء بورڈ پنجاب کا تاریخی فیصلہ کہ رد قادیانیت کے سلسلہ میں شائع ہونے والا ہر قسم کا تحریری لٹریچر مذہبی منافرت میں شامل نہیں۔ سیشن کورٹ تلہ گنگ کا اہم فیصلہ کہ قادیانی اپنی عبادت گاہ پر مینار ومحراب نہیں بنا سکتے۔ گیمبیا میں قادیانیوں کو کیسے غیر مسلم قرار دیا گیا؟ نہایت اہم موضوعات ہیں۔ دسویں جلد 2017ء سے 2019ء تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں پنجاب اسمبلی میں عقیدۂ ختم نبوت کا مضمون نصاب میں شامل کرنے کی قرارداد، ختم نبوت کے حلف نامہ کی بحالی کی سرگزشت، آزاد کشمیر میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جانا، قادیانی اقلیت کے متعلق اسلام آباد ہائی کورٹ کا یادگار فیصلہ اور امریکی صدر سے قادیانی کتب فروش کی ملاقات کا احوال تفصیل سے موجود ہے۔

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب نے اس دستاویز کی ترتیب وتہذیب اور تالیف وتدوین بڑی عرق ریزی، دقت نظر اور حسن عقیدت سے کی ہے۔ انداز نگارش ایسا سحر انگیز ہے کہ اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے جیسے مولانا خود ان تمام حالات وواقعات کے عینی شاہد ہیں۔ جب قاری پورے انہاک سے اس اہم تاریخی وتحقیقی دستاویز کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ عالم تخیل میں حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کے ہمراہ تحفظ ختم نبوت کی مختلف اہم اور یادگار کانفرنسوں میں شریک ہوتا ہے جہاں وہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری شاہؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، آغا شورش کاشمیریؒ، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، مولانا ابو داؤد غزنویؒ، مولانا تاج محمود لائل پوریؒ، مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مولانا شاہ احمد نورانی صدیقیؒ اور مولانا عبدالستار خان نیازیؒ سمیت کئی جید علماء کرام کی ایمان پرور تقاریر سنتا اور سرمستی میں جھومتا چلا جاتا ہے۔ کبھی وہ سید امین گیلانیؒ اور سائیں محمد حیات پسروریؒ کی ولولہ انگیز نظمیں سنتا ہے تو سامعین کے ساتھ مل کر ختم نبوت زندہ باد اور قادیانیت مردہ باد کے فلک شگاف نعرے لگاتا ہے۔ کبھی وہ 1953ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کے ایسے جلوسوں میں شرکت کرتا ہے جہاں وہ اپنے سامنے شرکاء جلوس پر ہونے والی فائرنگ، آنسو گیس کی شیلنگ، بدترین لاٹھی چارج اور اس کے نتیجہ میں شہید ہونے والے مجاہدین کے لاشے تڑپتے ہوئے دیکھتا ہے تو بچوں کی طرح بلک بلک کر رونا شروع کر دیتا ہے۔ کبھی وہ مولانا کا ہاتھ پکڑے سپریم کورٹ آف پاکستان کے فل بینچ کے روبرو کمرہ عدالت میں جا بیٹھتا ہے جہاں ججز حضرات قادیانی عقائد ونظریات پر مسلمان وکلاء کے دلائل سن کر اور قادیانی کتب دیکھ کر حیران وششدر رہ جاتے ہیں۔ کبھی وہ مولانا اللہ وسایا صاحب کے ساتھ گرفتار ہوکر کئی دن جیل میں گزارتا ہے۔ کبھی وہ شہید ناموس رسالت غازی ملک محمد ممتاز قادری شہیدؒ کے جنازہ میں شریک ہو کر گنبد خضراء کا تصور کرتے ہوئے یہ عہد کرتا ہے کہ وہ تحفظ ناموس رسالت کے لئے کسی بھی جانی یا مالی قربانی سے دریغ نہیں کرے گا۔ کبھی وہ حکومت کی مرزائیت نوازی پر خون کے آنسو روتا ہے۔ کبھی وہ قومی اسمبلی میں چلا جاتا ہے جہاں الیکشن سے متعلقہ فارم میں ختم نبوت کے حلف نامہ میں تبدیلی ہو رہی ہوتی ہے۔ کبھی وہ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی موجودگی میں پاکستان کی پارلیمنٹ میں متفقہ طور

پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کی کارروائی دیکھ رہا ہوتا ہے۔کبھی وہ وزیر اعظم کی سربراہی میں وفاقی کابینہ کے اجلاس میں موجود ہوتا ہے جس میں ملکی معیشت کو درست کرنے کے لئے قادیانی عاطف میاں کو ذمہ داری دی جاتی ہے۔کبھی وہ گستاخ رسول،ملعونہ عاصیہ مسیح کی رہائی اور حکومتی سرپرستی میں اسے بیرون ملک بھجوائے جانے پر احتجاج میں شریک ہوتا ہے۔آخر میں وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ،مجلس عمومی اور مجلس عاملہ کے اہم اجلاسوں میں شرکت کرتا ہے جہاں ملک بھر کے تمام مبلغین ختم نبوت اپنے اپنے علاقوں کی کارگزاری پیش کرتے ہیں،سالانہ آمدن وخرچ کا باقاعدہ آڈٹ ہوتا ہے۔تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں ملکی صورتحال پر تبادلہ خیال اور آئندہ کا لائحہ عمل تیار ہوتا ہے،اتنا طویل سفر طے کرنے کے بعد اگرچہ قاری تھک جاتا ہے مگر سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ بحیثیت ایک مسلمان تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر اس کی کیا ذمہ داریاں ہیں اور کیا وہ انہیں پورا کر رہا ہے؟ یہ سوچتے ہوئے وہ ایک نئے عزم کے ساتھ مستقبل میں کام کرنے کے لئے اپنی پلاننگ کرتا ہے اور بانگ دہل یہ اعلان کرتا ہے:

ان اندھیروں سے کہہ دو کہ اپنا ٹھکانہ کرلیں
ہم نئے عزم سے بنیاد سحر رکھتے ہیں

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب نے نہایت دیدہ ریزی سے ختم نبوت کے سلسلہ میں سال بہ سال رونما ہونے والے تمام اہم واقعات کو انتہائی خوبصورت سلیقے سے اس کتاب میں سمو دیا ہے۔ دریا کو کوزے میں بند کرنا سنتے آئے تھے،اب اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیا۔تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے ہر کارکن کے لئے یہ کتاب ذہن ساز ہے اور رجحان ساز بھی بلکہ یہ کتاب ان کے لئے ایک دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ بات نہایت خوش آئند ہے کہ ایسے چشم کشا واقعات اور معلوماتی تحریریں جو عرصہ دراز سے گوشہ گمنامی میں پڑی ہوئی تھیں،اس اہم دستاویز میں آ گئیں۔ ان تحریروں کے مطالعہ سے دلوں میں عقیدت و محبت کی ایک برقی رو دوڑ جاتی ہے۔دینی غیرت و حمیت کی ایسی پرسوز وگداز کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ خون جوش مارتا اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ ایسی کیفیات اور احساسات کو جاننے اور سمجھنے کے لئے اس تاریخی کتاب کا مطالعہ ناگزیر ہے۔امید ہے کہ یہ کتاب کارکنان تحفظِ ختم نبوت کے لئے انمول سوغات اور سدا بہار گلدستہ ثابت ہوگی۔ مزید برآں اس اہم موضوع پر ریسرچ کرنے والے اسکالرز اور طالب علموں کے لئے بھی چراغ راہ کا کام کرے گی۔ دعا ہے کہ رب کائنات حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب کی ہمت کو جواں اور ان کے قلم کو رواں دواں رکھے۔آمین!

ہوا ہے تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

برادر محمد الطاف کی وفات

راقم الحروف کی پہلی تقرری رحیم یار خان میں ہوئی جو تقریباً پانچ سال کا عرصہ بنتا ہے۔۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۰ء تک ان دنوں رحیم یار خان میں مجلس کا دفتر نہیں تھا،کچھ عرصہ جمعیت علماء اسلام کے دفتر واقع شاہی روڈ پر عارضی دفتر رہا۔ان دنوں مجلس کے امیر مولانا قاضی عزیز الرحمنؒ اور ناظم اعلیٰ قاری عبدالخالق احرارؒ تھے۔قاری صاحب کی مہربانی سے بستی امانت علی کے ایک محلّہ قمر آباد کی مسجد والوں کو امام اور خطیب کی ضرورت تھی اور ہمیں دفتر کی۔قاری صاحب نے راقم کو جامع مسجد قمر آباد میں رہائش دلوادی۔محلّہ قمر آباد کے شمال میں واقع روڈ پر لوہار مارکیٹ ہے۔ایک بزرگ محمد مبین خانؒ ہوتے تھے۔ان کے فرزندان گرامی حافظ محمد عباس،حافظ محمد الیاسؒ،محمد الطافؒ،محمد طیب قاسمی،محمد ندیم تھے۔محمد مبین خان کی دکان ہی میرا دفتر تھی۔قاری عبدالخالق احرارؒ کی وفات کے بعد جناب محمد مبین کے فرزند ارجمند حافظ محمد الیاسؒ مجلس کے ناظم اعلیٰ بنائے گئے تو راقم کی آمدورفت لوہار مارکیٹ میں اور زیادہ ہوگئی۔محمد مبین خانؒ کے تمام بیٹے صحیح العقیدہ نوجوان تھے،جب کسی کام کی ضرورت ہوتی فوراً کمربستہ ہوجاتے۔ان کے بڑے بیٹے حافظ محمد عباس کا تعلق مجلس احرار سے تھا،جبکہ حافظ محمد الیاس ہمارے ناظم اعلیٰ تھے۔حافظ محمد الیاس سے چھوٹے محمد الطاف تھے جو کہ بہت ہی ملنسار اور ہنس مکھ انسان تھے۔لوہار برادری ہی میری جماعت اور برادری تھی،معلوم ہوا کہ محمد الطاف بھی رحلت فرما گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔محمد الطاف ساٹھ کے پیٹے میں ہوں گے،معلوم ہوا کہ ان کی شوگر اور بلڈ پریشر لو ہوگئے اور پھیپھڑوں نے کام چھوڑ دیا۔ہسپتال داخل کرائے گئے،چند گھنٹے ہسپتال میں رہے۔کرونا وائرس کی وجہ سے مورخہ ۹؍جون ۲۰۲۰ کو کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے رحلت فرما گئے،ان کی تجہیز وتکفین ہسپتال والوں نے کی۔غسل کے بجائے تیمّم کرایا گیا اور میت کے ورثا کے سپرد کر دی گئی۔انہوں نے بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا اور دو بیٹیاں اور بھائی سوگوار چھوڑے ان کی نماز جنازہ حافظ محمد طیب کی امامت میں ادا کی گئی اور انہیں قبرستان حسن کالونی رحیم یار خان میں سپرد خاک کیا گیا۔اللہ پاک ان کی بال بال مغفرت فرمائیں اور کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

ختم نبوت کورس میرپور خاص، ٹنڈوالٰہیار

رپورٹ: مولانا توصیف احمد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میر پور خاص کے زیر اہتمام سہ روزہ ختم نبوت کورس مرکز ختم نبوت میر پور خاص میں بتاریخ ۳ تا ۵/جولائی بروز ہفتہ تا پیر منعقد ہوا۔ یومیہ دوپہر ۲ تا ۴ بجے کے دورانیہ پر مشتمل کورس میں کالج، یونیورسٹی کے طلبا نے شرکت کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حیدر آباد ڈویژن کے مبلغ (راقم الحروف) اور میر پور خاص ڈویژن کے مبلغ مولانا مختار احمد نے شرکاء کورس کو، اسلام اور قادیانیت کا تقابلی جائزہ، قادیانیوں اور دوسرے کافروں میں فرق، اوصاف نبوت، قادیانیوں سے گفتگو کے راہنما اصول، جھوٹے مدعیان نبوت کا تعارف، تحفظ ختم نبوت اور ہماری ذمہ داری کے عنوانات پر لیکچر زدیئے۔

۳/جولائی کو راقم نے ''اسلام اور قادیانیت کا تقابلی جائزہ'' کے عنوان پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں نے ۲۲ کے قریب اصولی مسائل میں امت مسلمہ سے اختلاف کیا ہے۔ قادیانیت کا اسلام سے اختلاف صرف ختم نبوت تک محدود نہیں، بلکہ وحی نبوت، مدار نجات آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم، معجزات نبوت، فضیلت حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم توقیر انبیاء، مصداق آیات قرآنی، پیشگوئیاں انبیاء کرام، فرضیت جہاد تا قیامت، معجزات مسیح علیہ السلام، احیاء موتی، معراج جسمانی، یوم جزاء وجود ملائکہ، افتراء علی اللہ کفر، حیات مسیح علیہ السلام، حضرت مہدی علیہ الرضوان، بابت دجال اکبر جیسے اہم اصولی عنوانات پر قادیانیت کا اسلام سے اختلاف ثابت ہے۔

مولانا مختار احمد نے اوصاف نبوت کے عنوان پر لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ اللہ رب العزت نے جملہ انبیاء کرام کو بے شمار صفات وخصوصیات سے سرفراز فرمایا ہے۔ علم، عقل، حسن، حافظہ، امانت، صداقت، زہد، عصمت، حسب نسب دیگر جملہ صفات کے اعتبار سے پوری انسانیت میں حد درجہ کمال عطا کیا تھا۔ نبی کا مرد ہونا، پیشینگوئی کا پورا ہونا، نبی کی زبان میں وحی کا نازل ہونا، نبی کا جائیداد میں نہ وارث بننا، نہ نبی کا مال، وراثت میں تقسیم ہونا، مقام وفات کا نبی کے لئے جائے تدفین ہونا یہ وہ صفات وخصوصیات ہیں جو نبی کو غیر نبی سے ممتاز کرتی ہیں۔

۴/جولائی بروز ہفتہ کو'' قادیانیوں سے گفتگو کے راہنما اصول'' پر درس دیتے ہوئے راقم نے کہا کہ اپنے کالج، یونیورسٹی میں قادیانیوں سے جب گفتگو کا موقع ملے تو موضوع بحث مرزا غلام قادیانی کی ذات کو بنانا چاہئے۔ قادیانیوں کے نزدیک مرزا غلام احمد قادیانی کو معاذاللہ نبی، رسول، مسیح موعود، مہدی، مجدد، امام وقت ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔ مگر قادیانی ذات مرزا پر گفتگو کرنے سے کنی کتراتے ہیں، کیونکہ مرزا کا کردار، اس کی زندگی کے ہمہ جہت پہلو اسے روحانی پیشوا تو درکنار بلکہ ایک شریف انسان بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ جناب محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت سے قبل کوہ صفا پر اپنی ذات عالی کو پیش کیا اور فرمایا: ''میں اتنا عرصہ تم میں رہا، تم نے مجھے کیسا پایا؟ پوری قوم نے بیک زبان جب آپ کی امانت وصداقت کی گواہی دی تب جا کر آپ نے اعلان نبوت کیا۔ قادیانی بھی ہمت کریں دیگر علمی عنوانات پر گفتگو صد بار کریں لیکن گفتگو کی ابتداء ذات مرزا غلام احمد قادیانی سے کریں، تاکہ مرزا کی بداعمالیوں و عیاشیوں سے عوام الناس مطلع ہوں۔

مولانا مختار احمد نے ''قادیانیوں اور دوسرے کافروں میں فرق'' کے عنوان پر لیکچر دیا اور کہا کہ کفر کی بہت سی قسمیں ہیں، مگر تین قسمیں بالکل واضح ہیں: (۱) کافر مطلق جو اعلانیہ اسلام کا منکر ہو جیسے عیسائی، یہودی، ہندو، (۲) منافق جو اندر سے کافر ہو اور اوپر سے اپنے آپ کو مسلمان کہے، (۳) زندیق جو اپنے کفر پر اسلام کی ملمع سازی کرے اور اپنے کفر کو عین اسلام ثابت کرنے کی کوشش کرے۔

قادیانی زندیق کے حکم میں آتے ہیں اور تعریف سے معلوم ہو چکا ہے کہ زندیق اس کافر کو کہا جاتا ہے جو اپنے کفر کو اسلام کہہ کر پیش کرتا ہے اور یہ کفر کی سب سے خطرناک قسم ہے، لہٰذا عام کافروں سے ہٹ کر قادیانیوں سے ہر حال میں

بچنا ضروری ہے۔

۵/جولائی کو راقم نے قادیانیت کا تعارف، اور ہندوستان و پاکستان میں تحریکہائے ختم نبوت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر عصری طلبا نے بھی کلیدی کردار ادا کیا، قادیان میں قادیانیت کا مقابلہ، ۱۹۵۳ء کی تحریک میں نوجوانوں کی شہادتیں، ۱۹۷۴ء میں ملتان نشتر میڈیکل کالج کے طلبا کے لہو کا رنگ لانا، کالج، یونیورسٹی کے طلبا کا ختم نبوت، ناموس رسالت کی تحریکوں میں علماء کرام کے شانہ بشانہ رہنا ایک ایمان افروز داستان ہے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوانے کا پیش خیمہ کالج کے طلبا تھے۔ آج بھی اسکول، کالج، یونیورسٹی کے طلبا اپنی تاریخ کو زندہ رکھیں تا کہ قادیانیت اپنے انجام کو پہنچے۔

مولانا مختار احمد نے کورس کی آخری نشست سے ''تحفظ ختم نبوت اور ہماری ذمہ داری'' کے عنوان پر درس دیتے ہوئے کہا کہ فرمان نبوی کے مطابق ۳۰ بڑے جھوٹے مدعیان نبوت آئیں گے، اب تک اسود عنسی، مسیلمہ کذاب، سجاح بنت حارث، مختار بن ابو عبید ثقفی، حارث کذاب دمشقی، مغیرہ بن سعید عجلی، بیان بن سمعان، صالح بن طریف، اسحق اخرس، مرزا غلام احمد قادیانی سمیت تقریباً ۲۴ نبوت کے دعویدار آچکے ہیں، جن کا تعاقب دور نبوت سے لے کر تا حال جاری ہے۔ ختم نبوت کورس کے انعقاد کا مقصد آج کے مسلمان میں قادیانی فتنہ سے آگاہی کے ساتھ ساتھ اپنی ذمہ داری کا احساس پیدا کرنا ہے۔ عصری طلبا اپنے ماحول میں قادیانیت پر نظر رکھیں، شفاعت محمدی کے حصول کے لئے تحفظ ختم نبوت کو اپنا مشن بنائیں۔ شرکاء کورس نے بڑی دلجمعی اور ذوق شوق کے ساتھ اسباق میں شرکت کی، حاضرین کو لٹریچر فراہم کیا گیا، سوال و جواب کی نشست بھی رہی۔ رب کریم شرکاء کورس کو ختم نبوت کا محافظ بنائے۔ آمین۔

ختم نبوت کورس جھنڈ ومری، ٹنڈوالٰہیار

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام بہ تعاون اصحاب صفہ ٹرسٹ مدرسہ امداد العلوم کی مسجد الشفیع جھنڈو مری تحصیل ٹنڈوالٰہیار میں ایک روزہ ختم نبوت کورس کا اہتمام کیا گیا۔ کورس صبح ۹:۳۰ تا شام ۴ بجے تک جاری رہا۔ جس میں علماء، قرأ، ٹیچرز، عوام الناس نے شرکت کی، شرکاء کورس سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین مولانا قاضی احسان احمد، مولانا عبدالحئ مطمئن، مولانا مختار احمد، راقم کے تربیتی وفکری بیانات ہوئے۔ پروگرام میں ادارہ کے منتظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمد عمران عثمانی نے بھی خطاب فرمایا۔

کورس کی پہلی نشست کا آغاز صبح ۹:۳۰ بجے ہوا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا مختار احمد نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت پر درس دیا اور کہا کہ مسلمان کے پاس قیمتی دولت ایمان ہے۔ ایمان کی حفاظت ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت پر قادیانی شکوک وشبہات پیدا کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عقیدۂ ختم نبوت کی تعریف و تشریح اور اہمیت وفضیلت ہمارے دل و دماغ میں جامع الفاظ میں محفوظ رہنی چاہئے۔ حضور اقدس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ کے بعد کسی بھی قسم کا (ظلی، بروزی، امتی، تشریعی، غیر تشریعی) نبی بالواسطہ یا بلاواسطہ پیدا نہیں ہوگا۔

دوسرا اور تیسرا سبق ۱۰:۳۰ تا ۱۱:۳۰ اور ۱۱:۴۵ تا ۱۲:۱۵ تک ہوا۔ بالترتیب دونوں سبق راقم نے پڑھائے۔ عقیدہ ظہور مہدی علیہ الرضوان پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ جھوٹے مدعیان نبوت کی طرح ہر دور میں جھوٹے مدعیانِ مہدویت کا فتنہ بھی موجود رہا ہے۔ حضواقدس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مہدی علیہ الرضوان سے متعلق تقریباً ۳۷ احادیث صحیحہ میں مکمل تفصیل بیان کی۔ حضرت مہدی علیہ الرضوان کا اسم گرامی محمد، والد کا عبداللہ، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے ہوں گے۔ حسنی حسینی سید گھرانے سے تعلق ہوگا۔ مدینہ طیبہ میں پیدائش ہوگی۔ بیت اللہ شریف میں ابدال، قطب، اولیاء آپ کے

بقیہ:......قربانی: فدائیت کا بہترین نمونہ

آزمائش میں پورے پورے کامیاب رہے، اور یہ ادائے قربانی اللہ کو اتنی پسند آئی کہ رہتی دنیا تک کے لئے یادگار اور قرب خداوندی کا ذریعہ بنا دیا جسے امت مسلمہ ہر سال مناتی ہے، اور اِس قربانی میں درحقیقت مسلمانوں کے اِس عقیدے کا اعلان ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ رب العزت کے حکم کے آگے اپنی عزیز سے عزیز ترین چیز کو بھی قربان کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ سچ لکھا حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ نے: ''اسلام جب بھی چمکا ہے قربانیوں سے چمکا ہے، آج بھی قربانیوں ہی سے چمکے گا۔ اسلام کے لئے قربانیاں ہوں تو یہ دشمنوں کے گھیرے میں بھی چمکتا ہے، اور جب قربانیاں نہ ہوں تو اپنی بادشاہت میں بھی مٹ جاتا ہے۔''

ہاتھ پر بیعت کریں گے۔حضرت عیسیٰ ابن مریم آپ کی اقتدا میں نزول کے بعد پہلی نماز فجر ادا کریں گے،ملک شام میں آپ کا انتقال ہوگا۔

مرزا قادیانی، گوہر شاہی یا دیگر مدعیان مہدویت میں ایک علامت بھی نہیں پائی جاتی جو ان کے جھوٹے اور مکار ہونے کی واضح نشانی ہے۔تیسرا لیکچر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ مولانا قاضی احسان احمد نے دیا۔حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے رفع و نزول کے عنوان پر لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے متعلق مختلف طبقات کے نظریات موجود ہیں۔یہودیت،عیسائیت،قادیانیت کے نظریات غلط جبکہ اسلام کا نظریہ صحیح ہے۔یہودیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار، ولادت بن باپ کا انکار،تہمت حضرت مریم علیہا السلام،عیسیٰ بن مریم کی گرفتاری، تذلیل، قتل، صلب جیسے خلاف اسلام نظریات شامل تھے،جبکہ عیسائی الوہیت مسیح، ابنیت، تثلیث،صلب و کفارہ کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ قادیانیوں نے یہودی عیسائی نظریات کا مرکب تیار کیا،عیسیٰ بن مریم کی نبوت کا انکار، بن باپ ولادت کا انکار، آپ کی توہین، گرفتاری، تذلیل،صلیب، وفات، حضرت مسیح و مریم علیہم السلام کو فحش ترین ناقابل ذکر گالم گلوچ قادیانی نظریات کا حصہ ہیں، اسلام نے ان نظریات کی تردید فرماکر راہنمائی فرمائی کہ حضرت مسیح اللہ کے رسول اور بندے تھے، بغیر والد کے پیدا ہوئے، بہت سے معجزات آپ کے ہاتھوں ظاہر ہوئے۔**وجیھا فی الدنیا والآخرۃ** جیسے الفاظ سے آپ کی عظمت شان ظاہر ہوئی، قتل یہود سے اللہ نے آپ کو بچایا، آسمان پر زندہ جسم مع الروح اٹھایا، قرب قیامت آپ کا نزول ہوگا، اسلام کی اتباع کریں گے۔ اشاعت اسلام کا فریضہ سرانجام دیں گے، یہود کے سردار دجال اکبر کو اپنی تلوار کے ذریعہ جہنم واصل کریں گے۔حرمین شریفین حاضری دیں گے، روضہ رسول پر درود وسلام کا تحفہ پیش کریں گے، یہیں انتقال ہوگا اور روضۂ اطہر میں تدفین ہوگی، مولانا قاضی احسان احمد نے کہا کہ ہر مسلمان حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے متعلق ایمان کو مضبوط رکھے۔

پہلی نشست کا آخری لیکچر کراچی سے تشریف لائے ہوئے ادارہ کے منتظم اعلیٰ اور جامعہ ابراہیم اسلامیہ ملک سوسائٹی کے رئیس مولانا مفتی محمد عمران عثمانی نے دیا۔آپ نے شرکاء کورس کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ ہر مسلمان اپنے عقائد کی حفاظت کرے۔تعلیم قرآن اور فہم قرآن کے ذریعہ باطنی ونظریاتی اصلاح کرے، اپنے علاقہ، گاؤں کے مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کرے۔ طعام و نماز کے وقفہ کے بعد دوسری نشست سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مبلغ مولانا عبدالحئی مطمئن نے لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قادیانیت کا تعاقب کررہی ہے، امت مسلمہ کی نمائندہ جماعت ہے، آج ہر مسلمان اپنی ضروریات زندگی سے متعلق ہر شعبہ سے واقفیت رکھتا ہے، عقائد اسلامیہ کی حفاظت کے لئے تحفظ ایمانی کے مراکز سے رابطہ رکھنا چاہئے۔ایک مسلمان کا ایمانی مراکز سے تعلق کئی نسلوں کے حفاظت ایمان کا ذریعہ بن سکتا ہے۔شام ۴ بجے مولانا قاضی احسان احمد کی دعا پر کورس کا اختتام ہوا۔شرکاء کورس کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور اصحاب صفہ ٹرسٹ کی جانب سے کتب کا سیٹ، لٹریچر، ہینڈبل، اسٹیکرز کے پیکٹ ہدیہ کئے گئے۔مفتی محمد زاہد حسین اور ان کی ٹیم نے میزبانی کی سعادت حاصل کی، نیز شرکاء کورس اور مہمانوں کی خدمت میں پیش پیش رہے۔☆☆

بقیہ:......حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن ہزارویؒ

اپنے آپ کو محدود نہ کیا بلکہ مردِ میدان ثابت ہوئے۔ختم نبوت کانفرنسوں میں انگریز کے خود کاشتہ پودا مرزائیت کے خلاف ہم مبلغین سے زیادہ گرجتے، برستے۔

پرویز مشرف کے دور میں یا نواز شریف اور بے نظیر کے ادوار میں عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے بھرپور کردار ادا کیا۔ایسے ہی سانحۂ لال مسجد و جامعہ حفصہ اور دوسرے دینی مسائل میں بڑھ چڑھ کر نہ صرف حصہ لیا بلکہ قائدانہ کردار ادا کیا۔

یہ سال اہلِ حق کے لئے عام الحزن ثابت ہورہا ہے۔مفکر اسلام مولانا علامہ خالد محمودؒ، شیخ الحدیث مولانا سعید احمد پالنپوریؒ، مولانا مفتی محمد نعیمؒ، مولانا عبدالروٴفؒ، مولانا عزیز احمد بہلویؒ، مولانا شمس الحق انصاریؒ بہاولپوری جیسے دسیوں علماء کرام مدارس عربیہ جو جنتی باغ ہیں، ان میں تعلیم پر پابندی سے جنت کا رخ کررہے ہیں۔اللہ پاک ان تمام حضرات کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں، حضرت پیر صاحبؒ کے جامعہ، خانقاہ، مسجد، مدرسہ کی حفاظت فرمائیں اور اولاد و امجاد، متعلقین ومریدین کو صبر جمیل کی توفیق نصیب فرمائیں۔**اللھم اغفرلھم وارحمھم وعافھم واعف عنھم۔ آمین یا اللہ العالمین۔**

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے عدالتی تحقیقاتی کمیشن کے

سات سوالات کا جواب الجواب

مرزائیوں سے ہائی کورٹ کے ۷ سوالات.... مرزائیوں کے مغالطہ آمیز جوابات اور مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخی جواب الجواب!

سوالات

۱...... جو مسلمان، مرزا صاحب کو نبی بمعنی ملہم اور مامور من اللہ نہیں مانتے کیا وہ مؤمن اور مسلمان ہیں؟

۲...... جو شخص مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتا کیا وہ کافر ہے؟

۳...... ایسے کافر ہونے کے دنیا اور آخرت میں کیا نتائج ہیں یعنی اگر غلام احمد کو نبی نہ ماننا کفر ہے تو ایسے کفر کے دنیا اور آخرت میں کیا نتائج ہیں؟

۴...... کیا مرزا صاحب کو رسول کریم ﷺ کی طرح اور اسی ذریعہ سے الہام ہوتا ہے؟

۵...... کیا احمدیہ عقیدہ میں شامل ہے کہ ایسے شخص کا جنازہ جو مرزا صاحب پر یقین نہیں رکھتے بے فائدہ ہے؟

۶...... کیا احمدی اور غیر احمدی میں شادی جائز ہے؟

۷...... احمدیہ فرقہ کے نزدیک امیر المؤمنین کی خصوصیت کیا ہے؟ (قسط:۹)

سوال نمبر:۷

احمدیہ فرقہ کے نزدیک امیر المؤمنین کی (SIGNIFICANCE) خصوصیت کیا ہے؟

مرزائیوں کا جواب: ہمارے امام کے عہدہ کا نام امام جماعت احمدیہ اور خلیفۃ المسیح ہے۔ لیکن بعض لوگ انہیں امیر المؤمنین بھی لکھتے ہیں۔

ہمارا جواب: جناب عالی! قادیانی حضرات کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جماعت کے امام کو امیر المؤمنین بعض لوگوں نے لکھنا یا کہنا شروع کر دیا ہے اور یہ کہ جماعتی طور پر امام جماعت احمدیہ کا عہدہ امیر المؤمنین نہیں بلکہ خلیفۃ المسیح ہے۔ قبل ازیں کہ اصل سوال کا جواب الجواب عرض کیا جائے۔ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے خلیفہ اور امیر کی تشریح کر دی جائے تا کہ بعض بنیادی باتیں ذہن نشین ہو سکیں۔

خلیفہ: کسی قائم مقام کو کہتے ہیں لیکن عام طور پر یہ لفظ مذہبی جانشین پر استعمال ہوتا ہے اور اس لفظ کی نسبت ایسی ہستی کی طرف ہوتی ہے۔ جس کی یہ شخص نیابت کرتا ہے۔ اسی لئے حضور خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے قائم مقام کو خلیفہ کہا گیا اور اسی نیابت کا نام خلافت قرار پایا۔ وہاں دراصل مقصد یہ تھا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی ایسا شخص خلیفہ کے فرائض انجام دے جو نبی ﷺ کی تقویم دین کے سلسلہ میں مکمل نیابت کر سکے۔

امیر: امیر کی نسبت کسی فوت شدہ انسان کی طرف نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی نسبت زندہ انسانوں کی طرف ہوتی ہے۔ یہ لفظ اس فوقیت اور قوت کا پتہ دیتا ہے جو اسے باقی انسانوں پہ حاصل ہے۔ چونکہ حضرت رسول کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول بھی تھے اور تمام مسلمانوں کے امیر بھی۔ آپ کے بعد آپ کا نائب منصب نبوت کے لحاظ سے خلیفۃ المسلمین کہلایا اور حاکم وقت ہونے کے اعتبار سے امیر المؤمنین کا خطاب دیا گیا۔

اسلامی طرز حکومت میں جب تک دین کا غلبہ باقی رہا تو مسلمانوں کے حکمران کے لئے یہ دونوں لفظ برابر استعمال ہوتے رہے اور جب مسلمانوں کے انداز حکمرانی میں دنیاوی غلبہ ہو گیا تو پھر خلیفہ الرسول کی جگہ صرف خلیفۃ المسلمین اور امیر المؤمنین کا استعمال ہونے لگا۔

اسلامی اصطلاح میں امیر المؤمنین مسلمانوں کے حکمران کا اسلامی لقب ہے اور اگر امیر کی نسبت کسی خاص جماعت یا شہر یا فن کی طرف ہو تو وہاں صرف اسی جمات کا صدر یا اس شہر کا رئیس یا اس فن کا ماہر مراد ہوتا ہے۔ جیسے امیر جماعت اسلامی، امیر شریعت، امیر المؤمنین فی الحدیث۔ ان میں امیر کی نسبت خصوصی چیزوں کی طرف ہے۔ جیسے رب کے معنی مالک کے ہیں۔ اگر رب کی نسبت کسی ایسی چیز کی طرف ہو جس کا انسان مالک بن سکتا ہے تو رب کی نسبت جائز ہوتی ہے۔ جیسے

رب البدر، رب ہذا الارض، رب ہذا البیت یعنی رئیس شہر۔ اس زمین کا مالک اور گھر کا مالک تو اس طرح رب کی نسبت جائز ہے۔ لیکن اگر رب کی نسبت لوگوں کی طرف ہو جیسے رب الناس اور یا رب العالمین یا رب السموٰات والارض جیسی نسبت ہو تو اس صورت میں رب سے مراد صرف خدا تعالیٰ کی ذات اقدس ہوگی۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا۔ چونکہ بعض نسبتوں میں انسان بھی رب کی نسبت استعمال کرسکتا ہے تو لہٰذا اب وہ رب العالمین یا رب الناس کہلانا شروع کردے۔ یہ کسی صورت میں بھی جائز نہ ہوگا۔ ایسے ہی امیر المؤمنین کا لفظ جب مطلق بولا جائے گا تو اس سے مراد تمام مسلمانوں کا موجودہ حکمران ہوگا۔

۲...... دوسرا سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ قادیانی حضرات امیر المؤمنین کا لفظ خوش عقیدگی کی وجہ سے بولتے ہیں یا اسے باقاعدہ مذہبی عقیدہ کے طور پر بولا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہماری پہلی دلیل یہ ہے کہ مرزائیوں کی جماعت کی طرف سے جو بھی اعلانات یا ہدایات جاری ہوتی ہیں وہ ان میں خلیفۃ المسیح اور امیر المؤمنین دونوں استعمال کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ ایک جماعتی لقب ہے جو قادیانیت نے اپنی جماعت کے امیر کو دے رکھا ہے۔

۳...... قادیانی حضرات نے اپنے انتظامی معاملات میں سرکاری شعبوں کی طرح باقاعدہ شعبے قائم کر رکھے ہیں اور ان کے عہدیداروں کا ذکر سلطنت کے سرکاری عہدیداروں کی طرح کیا گیا ہے۔ مثلاً ناظر امور خارجہ وداخلہ، ناظر دعوت وتبلیغ، ناظر تعمیرات، ناظر امور عامہ وغیرہ۔

نوٹ: مرزائیوں کے ناظر کا لفظ وزیر کے قائم مقام ہے۔ اسی طرح مرزائیوں کے ہاں امیر المؤمنین کا مفہوم بھی ان عہدوں جیسا ہے۔

۴...... قادیانیوں نے مرزا غلام احمد کی بیوی کو ام المؤمنین اور سیدۃ النساء کا خطاب دیا۔ غلام احمد کے مرید صحابی کہلاتے ہیں۔ خاندان کو اہل بیت کہا۔ قادیان کی ایک مسجد کا نام مسجد اقصیٰ رکھا اور (پاکستان آنے کے بعد ربوہ میں مسجد اقصیٰ بن گئی) مرزا غلام احمد قادیانی کے خلیفہ کو امیر المؤمنین کا خطاب دیا گیا۔ غرضیکہ ان تمام شرعی اصطلاحات کو مرزائیوں نے انہی معنی میں استعمال کیا جن معنی میں مسلمان استعمال کرتے ہیں۔ مسلمانوں نے ان اصطلاحات کو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نسبت کی وجہ سے استعمال کیا۔ لیکن مرزائی ان اصطلاحات کو مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ نسبت کی وجہ سے استعمال کرتے ہیں۔ ان میں سے امیر المؤمنین بھی ایک اسلامی اصطلاح ہے جو اس معنی میں استعمال کی جاتی ہے جس معنی میں مسلمانان عالم استعمال کرتے ہیں۔

۵...... مرزائیوں کی سرگرمیوں کا جب ہم گہری نگاہ سے جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ مرزائی ساری دنیا میں غالب آنے کے خواب دیکھتے ہیں۔ اس امر کو ملحوظ رکھا جائے تو امیر المؤمنین کی مراد واضح طور پر سمجھ آسکتی ہے۔ امت مرزائیہ کے سیاسی عزائم کیا ہیں؟ وہ مندرجہ ذیل حوالہ سے بخوبی ظاہر ہوتے ہیں۔ ”خوجہ قوم بے شک بہت مالدار قوم ہے۔ مگر یہ امنگ کبھی ان کے دل میں پیدا نہیں ہوسکتی کہ ساری دنیا پر چھا جائیں۔ بے شک میمن اور بوہرے بہت مالدار ہیں۔ مگر ان کے دماغ کے کسی گوشہ میں بھی کبھی خیال نہ آیا کہ ہم دنیا کے بادشاہ ہوجائیں گے اور نظام عالم میں تبدیلی پیدا کردیں گے۔ ان کی دولتیں اتنی زیادہ ہیں کہ انفرادی طور پر مدینے کو خریدنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ مگر ان کے دماغ کے کسی گوشہ میں بھی کبھی خیال نہ آیا کہ ہم نے دنیا کو فتح کرنا ہے اور دنیا کے نظام کو درہم برہم کر کے ایک نیا نظام جاری کرنا ہے۔ مگر اس کے مقابلہ میں ایک اور قوم ہے جو اپنے مال، اپنی دولت، اپنی عزت، اپنی تعداد اور اپنے اثر ورسوخ کے لحاظ سے دنیا کی شاید تمام منظم جماعتوں سے کمزور اور تھوڑی ہے۔ مگر باوجود اس کے اس کے دل میں یہ امنگ ہے اور اس کے ارادے اس قدر پختہ اور بلند ہیں کہ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ تمام کمزوریوں کے باوجود اور سامان کی کمی کے باوجود ساری دنیا میں تہلکہ مچا دے گی اور موجودہ نظام کو توڑ کر اور موجودہ دستور کو تہہ وبالا کر کے نیا نظام اور نیا کام جاری کرے گی۔ وہ جماعت احمدیہ ہے۔“ (خطبہ میاں محمود خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان ج۱۵ نمبر۸۲، مورخہ ۱۷؍اپریل ۱۹۲۸ء)

۶...... علاوہ ازیں یہ امر بھی خصوصی غور کا محتاج ہے کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے اور اس ملک کا وزیر خارجہ ایک قادیانی ہے۔ ان حالات میں اگر مرزائیوں کا امیر اپنے آپ کو امیر المؤمنین کہلائے تو دوسری دنیا یہ بات سمجھنے میں حق بجانب ہے کہ پاکستان ایسا ملک ہے جس میں ایک امیر المؤمنین بھی ہے اور پھر اس امیر المؤمنین کا تعارف قادیانی وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان کرائیں۔ چوہدری ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان کی حیثیت سے مبلغ مرزائیت کا جو پارٹ ادا کر رہے ہیں اس سے قادیانیوں کے جماعتی ترجمان الفضل کی فائل بھری پڑی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خان بیرونی دنیا میں مرزا محمود خلیفہ قادیان کے متعلق یہ تعارف کرا رہے ہیں کہ وہ پاکستان کا

امیر المؤمنین ہے۔ اس دلیل کے ثبوت کے لئے مندرجہ ذیل واقعہ کافی ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر سکیں گے کہ دنیا اسلام مرزا بشیر الدین محمود کو کیا اہمیت دے رہی ہے؟ مرزائی وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان نے سلامتی کونسل میں جب مسئلہ فلسطین پر بحث کرتے ہوئے عربوں کی نمائندگی کی تو عرب لیگ کے سیکرٹری نے مرزا بشیر الدین محمود کے نام اس مضمون کا تار بھیجا کہ: ''ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب وزیر خارجہ پاکستان کو مسئلہ فلسطین پر بحث کے اختتام تک یہاں ٹھہرنے کی اجازت دے دی۔'' (الفضل نومبر ۱۹۴۷ء)

عرب لیگ کے سیکرٹری کا یہ تار بہت سی باتوں کا پتہ دیتا ہے۔

۱...... عربوں نے درخواست کی کہ چوہدری ظفر اللہ خان مسئلہ فلسطین پر ہماری طرف سے بحث میں حصہ لے اور ہماری نمائندگی کرے۔

۲...... چوہدری ظفر اللہ خان نے مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کی اجازت کے بغیر وہاں ٹھہرنے کی درخواست کو قبول نہ کیا۔

۳...... مرزا محمود خلیفہ قادیان سے عربوں نے چوہدری صاحب کے متعلق اجازت طلب کی۔

۴...... خلیفہ قادیان نے چوہدری ظفر اللہ صاحب کو وہاں ٹھہرنے کی اجازت دے دی۔

تب جا کر چوہدری ظفر اللہ خان نے مسئلہ فلسطین پر بحث میں حصہ لیا اور پھر عرب لیگ کے سیکرٹری نے شکریہ کا تار مرزا بشیر الدین محمود کے نام ارسال کیا۔ یہ تار اخبار الفضل میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کی اشاعت پر پورے پاکستان میں احتجاج کیا گیا۔ خواجہ ناظم الدین سابق وزیر اعظم پاکستان سے دوران ملاقات اس تار کا ذکر بھی کیا گیا۔

نوٹ: (آپ یہ اخبار الفضل محکمہ پریس برانچ سے طلب کر کے اصل حقیقت حال سے مطلع ہو سکتے ہیں)

مذکورہ بالا حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ چوہدری ظفر اللہ خان مبلغ مرزائیت کی حیثیت سے جو پارٹ ادا کر رہے ہیں اس کی موجودگی میں مرزا بشیر الدین محمود کا امیر المؤمنین کہلانا دوسری دنیا میں پاکستان کو کیسی حیثیت میں پیش کیا جاتا ہے۔

آخر میں چند اہم اور ضروری باتیں عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

۱...... اسلام میں جس طرح کتاب وسنت حجت ہے، اسی طرح اجماع امت بھی حجت ہے۔ بلکہ علم اصول کے لحاظ سے تو اجماع امت کو بہت بڑا درجہ حاصل ہے۔

جہاں تک اس عقیدے کا سوال ہے کہ حضور ﷺ کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے اور ہر مدعی نبوت خارج از اسلام ہے۔ یہ دنیائے اسلام کا بنیادی اور اجماعی عقیدہ ہے۔ گزشتہ ساڑھے تیرہ سو سال میں کسی بھی فرقہ کی طرف سے ایک رائے بھی اس عقیدہ کے خلاف نہیں پائی گئی۔ اس وقت مسلمانوں کے فروعی غیر اجماعی اختلاف کی آڑ لے کر قطعی اور بنیادی عقیدہ سے انحراف بھی کرنا اور مسلمانوں میں شمار بھی ہونا کسی طرح درست نہیں قرار دیا جا سکتا۔

جب کسی ملک کے مختلف ہائیکورٹوں کے فیصلہ جات کسی قانونی دفعہ پر متفق ہوں اور اس سے کسی بھی ماہر قانون نے اختلاف نہ کیا ہو تو اس ملک کے کسی سب جج یا مجسٹریٹ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ہائیکورٹ کے متفقہ فیصلے کے خلاف رائے دے۔ بالخصوص ایسے حالات میں جب کہ کسی قانون کے وضع کرنے والے یا اس کے خاص پیش کار نے اس قانون کے وضع کرنے والے ہی سے معلومات حاصل کر کے قانون کی شرح بیان کر دی تو پھر اس سے اختلاف کسی قانون کے واضع سے بغاوت کے مترادف ہوگا۔

۲...... کسی قانون کی ایسی شرح کرنا جو اصل قانون کو ہی بدل ڈالے یا اس کے منشاء کو ختم کر دے۔ یہ نہ صرف ناجائز ہی ہے بلکہ اس پر قانون کی اہانت کا مقدمہ بھی عائد کیا جا سکتا ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اسلام نے چند اصطلاحات مقرر کر کے ان کے مفہوم بھی مخصوص کر دیئے ہیں تاکہ ان میں کوئی الجھاؤ واقع نہ ہو سکے۔ اب اس کے بعد ان اصطلاحات کے مفہوم میں استعارہ، لغت یا مجاز کی آڑ لے کر کوئی تغیر واقع کرنا سراسر ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ اسلامی قانون اپنی مخصوص اصطلاحات کو بگاڑنے کی قطعاً اجازت نہیں دے سکتا۔ مثلاً رحمان، غفور اور ستار وغیرہ اسمائے الٰہی کے معانی مشہور ہیں۔ اب کوئی ایسا شخص جس نے کسی پر رحم کیا ہو، کسی قصوروار کو معاف کر دیا ہو یا کسی کے عیب پر پردہ پوشی کی ہو اور وہ شخص یہ دعویٰ کرے کہ قرآن میں مجھ ہی کو یہ تمام نام دیئے گئے ہیں اور اپنے آپ کو ان حالات کی موجودگی میں رحمان، غفور اور ستار کہلانا شروع کر دے تو کیا دنیا کا کوئی عقلمند انسان اس کی اس دلیل کو صحیح اور درست کہہ سکتا ہے یا ایسے ہی ہر چٹھی رساں یا پیغام رساں اپنے آپ کو نبی (یعنی خبر دینے والا) اور ہر چپڑاسی اپنے آپ کو رسول (یعنی پیغام پہنچانے والا) کہلانا شروع کر دے اور لوگوں کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دینے لگے تو کیا عقل وخرد اسے تسلیم کر کے ان کے استعمال کی اجازت دے دے گی۔

اسلام دراصل اپنی مقدس اصطلاحات اور ان کے مفہوم کی عظمت برقرار رکھنا چاہتا ہے۔اگر ان اصطلاحات پر سے پابندی ہٹا دی جائے تو عظمت ختم ہوجائے گی اور پھر اسلامی نظام بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائے گا۔اسلام کی قائم کردہ حدود کو جو شخص بھی توڑے گا اسے اس کے جرم کی قرار واقعی سزا دی جائے گی۔یعنی اگر وہ اسلام سے خارج ہوگیا ہے تو اس کی یہ سزا کیسے معاف کی جاسکتی ہے؟

اس سلسلہ میں ایک اعتراض یہ پیش کیا جاتا ہے کہ علماء کرام ہر مسلمان کو کافر کہتے ہیں اور یہ کہ جب تمام فرقے ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں تو ان کا کیا اعتبار ہے۔معترضین ساتھ ہی یہ آیت بھی پڑھ دیتے ہیں کہ:''لا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا''

یہ بات مسلم ہے کہ کسی کی تکفیر کے معاملہ میں انتہائی احتیاط سے کام لینا چاہئے۔اسی لئے فقہاء امت نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص کے قول میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا ہو تو اسے پھر بھی کافر نہیں کہنا چاہئے۔اس سے بڑھ کر احتیاط اور کیا ہوسکتی ہے جو فقہاء امت نے کی۔مگر یہ فتویٰ بھی ان ہی محتاط لوگوں نے دیا کہ حضور ﷺ کے بعد کسی قسم کا دعویٰ نبوت یا مدعی نبوت کی تصدیق موجب کفر اور خروج عن الاسلام ہے۔اس دور کے علماء کرام نے بھی اس فتویٰ کا اعلان کیا ہے جو ان فقہاء امت نے دیا۔موجودہ زمانہ کے علماء پر یہ الزام عائد کرنا کہ وہ خواہ مخواہ تکفیر کرتے ہیں۔صریح ظلم اور عدم واقفیت پر مبنی ہے۔رہا یہ سوال کہ مسلمانوں کے مختلف فرقے باہمی ایک دوسرے کی تکفیر کیوں کرتے ہیں۔اس کا جواب اگرچہ بیانات میں دیا جاچکا ہے۔لیکن یہاں یہ عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء امت نے اجماعی طور پر کسی ایسے شخص پر کفر کا فتویٰ صادر نہیں کیا۔جیسے آج کل ہمارے ہاں بعض مسلمانوں پر عائد کیا جاتا ہے۔اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ ہم بھی حتی الوسع کسی کو خواہ مخواہ کافر کہنے سے گریز کریں۔کیونکہ یہ فعل ایک شبہ کی بناء پر کیا جاتا ہے اور شبہ میں ملزم کو فائدہ پہنچتا ہے۔مگر شہادت قطعی کے بعد کسی ملزم کو بری کر دینا اور اس کی دلیل میں کسی دوسرے مقدمہ کی شہادت کے ناقص ہونے کا حوالہ دینا انصاف کو الٹی چھری سے ذبح کرنے کے مترادف ہے۔ (جاری ہے)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی میں چرم قربانی جمع کرانے کے لئے رابطہ نمبر

پرانی نمائش	جامع مسجد باب الرحمت	0321-2277304, 0333-3060501	نارتھ کراچی	0333-3606177, 0333-3534697
ریاض مسجد	دہلی مرکنٹائل سوسائٹی	0333-2403694, 0300-8240567	عائشہ مسجد، بلدیہ ٹاؤن	0332-2454681
روہیل کھنڈ سوسائٹی		0333-2157085, 0323-2001736	میٹروول	0333-2493677
عالمگیر مسجد	عالمگیر سوسائٹی	0321-2627017	اورنگی ٹاؤن	0334-3947670
الکبریا مسجد	دھوراجی کالونی	0321-2627016	اتحاد ٹاؤن	0333-3580811
مدنی مسجد	بلوچ کالونی	0300-3716592, 0321-2231059	ماڑی پور	0300-9223988
دادا بھائی ٹاؤن		0333-3065970	انعم ہومز ملیر/شاہ فیصل کالونی	0333-2245852
جامع مسجد عائشہ	منظور کالونی	0333-8164488	قائد آباد، قذافی ٹاؤن	0321-3796371
جامع مسجد عائشہ باوانی بذرٹہ لائن		0300-2215163	بھینس کالونی	0300-2040411
پاکستان چوک		0300-2276606	مسجد اقصیٰ، شاہ لطیف ٹاؤن	0333-3619246
توحید مسجد، گلشن حدید		0343-2412943,0333-2300856	المصطفیٰ مسجد، اسٹیل ٹاؤن	0333-2578711,0335-3022382
چھوٹی مسجد	دہلی کالونی	0300-2974520, 0300-2605807	شمیم مسجد، بھٹائی کالونی کورنگی	0332-3367144
فلاح مسجد	فیڈرل بی ایریا	0300-2700626, 0300-2242764		

REGD. SS. 160

عقیدۂ ختمِ نبوت کی سربلندی، تحفظِ ناموسِ رسالت اور فتنۂ قادیانیت کے استیصال کے لیے

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے ساتھ تعاون کی اپیل

قُربانی کی کھالیں

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کو دیجئے

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کا تعارف

❁ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت اکابر علمائے اُمت کی قیادت میں آنحضرت ﷺ کی عزت و ناموس اور عقیدۂ ختمِ نبوت کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دینے والی بین الاقوامی جماعت تردید قادیانیت کے محاذ پر تمام مذہبی و دینی جماعتوں کا مشترکہ پلیٹ فارم ہے۔ ❁ جماعت کی کوششوں اور قُربانیوں کی بدولت الحمد للہ! قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا، امتناع قادیانیت آرڈی نینس نافذ ہوا، قادیانیت کا فتنہ روبہ زوال ہوا۔

❁ ملک بھر کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں مجلس کے زیر اہتمام 30 مراکز و مساجد، 40 مبلغین جبکہ 12 سے زائد دینی مدارس و مکتب خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ❁ مجلس کے شعبہ تصنیف و تالیف سے ردِ قادیانیت کے موضوع پر اکابرینِ اُمت کی بیسیوں ضخیم اور معرکۃ الآراء کتب طبع ہو چکی ہیں۔

❁ عربی، اُردو، انگریزی اور دیگر زبانوں میں مُفت لٹریچر کی تقسیم۔ ❁ ہفت روزہ ''ختمِ نبوت'' کراچی اور ماہنامہ ''لولاک'' ملتان کے ذریعہ قادیانیت کا محاسبہ۔ ❁ اعلیٰ عدالتوں میں قادیانیت کا تعاقب۔ ❁ مدرسہ عربیہ مسلم کالونی چناب نگر میں دارالمبلغین اور سالانہ ردِ قادیانیت کورس۔ ❁ پورے ملک میں ختمِ نبوت کانفرنسز، سیمنارز، کوئز پروگرام، تربیتی کورسز کے ذریعہ قادیانی دجل کا محاسبہ۔ ❁ مُفت ختمِ نبوت خط و کتابت کورس۔ ❁ انٹرنیٹ، سی ڈیز اور سوشل میڈیا کے ذریعہ ابلاغ ختمِ نبوت اور تردید مرزائیت۔

اس کام میں مخیّر دوستوں اور دردمندانِ ختمِ نبوت سے درخواست ہے کہ وہ قربانی کی کھالیں، زکوٰۃ، صدقات اور عطیات عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کو دے کر اس کے بیت المال کو مضبوط کریں۔

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c # 0010010964680019
IBAN # PK068ABPA0010010964680019 (انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر)
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT
Account # 0010010964710018
IBAN # PK45ABPA0010010964710018 (انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر)
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

ترسیل زر کا پتہ: دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
فون +92-61-4583486, +92-61-4783486
رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)، ایم اے جناح روڈ کراچی
فون +92-21-32780337 فیکس +92-21-32780340

اپیل کنندگان:

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب — امیر مرکزیہ

مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد صاحب — نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ — نائب امیر مرکزیہ

حضرت مولانا عزیزالرحمن جالندھری صاحب — مرکزی ناظمِ اعلیٰ